24

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۸ھ

۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۵۸ء

قیمت ۴ آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

Alhmpid

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

گندھے ہوئے بالوں کو کھولنے کی ضرورت نہیں

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اِمْرَاَۃٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَاْسِیْ فَاَنْقُضُہٗ بِغُسْلِ الْجَنَابَۃِ فَقَالَ لَا اِنَّمَا یَکْفِیْکِ اَنْ تَحْثِیْ عَلٰی رَاْسِکِ ثَلٰثَ حَثَیَاتٍ ثُمَّ تُفِیْضِیْنَ عَلَیْکِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِیْنَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں۔ جو گوندھتی ہوں اپنے سر کے بالوں کو مضبوط۔ پس کیا ناپاکی کے غسل میں ان کو بھی کھولوں۔ آپ نے فرمایا نہیں تجھ کو یہ کافی ہے۔ کہ تو اپنے سر پر تین لپ پانی کی ڈالے اور پھر اپنے جسم پر پانی بہائے تو پاک ہو جائے گی۔

وضو اور غسل کے لئے کتنا پانی چاہیئے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّاُ بِالْمُدِّ وَیَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلٰی خَمْسَۃِ اَمْدَادٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

انسؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مُد (تقریباً ایک سیر) پانی سے وضو کرتے اور ایک صاع (چار سیر) پانی سے اور زیادہ سے زیادہ پانچ مُد پانی سے غسل فرماتے۔

عورت و مرد ایک برتن کے پانی سے غسل کر سکتے ہیں

عَنْ مُعَاذَۃَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَۃُ کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ فَیُبَادِرُنِیْ حَتّٰی اَقُوْلَ دَعْ لِیْ دَعْ لِیْ قَالَتْ وَهُمَا جُنُبَانِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

معاذہؓ سے روایت ہے۔ کہا فرمایا عائشہؓ نے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ جو ہم دونوں کے درمیان رکھا ہوتا تھا۔ پس آپ پانی لینے میں عجلت سے کام لیتے یہاں تک کہ میں یہ کہتی کہ میرے لئے پانی چھوڑ دو۔ میرے لئے پانی چھوڑ دو۔ معاذہ کہتی ہیں کہ یہ غسل دونوں کا ناپاکی سے غسل ہوتا تھا۔

احتلام کا بیان

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا یَذْکُرُ اِحْتِلَامًا قَالَ یَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ الَّذِیْ یَرٰی اَنَّہٗ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا یَجِدُ بَلَلًا قَالَ لَا غُسْلَ عَلَیْہِ قَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ هَلْ عَلَی الْمَرْاَۃِ تَرٰی ذٰلِکَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ اِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَرَوَی الدَّارِمِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ اِلٰی قَوْلِہٖ لَا غُسْلَ عَلَیْہِ۔

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پوچھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حال اس شخص کا جو (کپڑے میں) تری کو پائے اور احتلام یاد نہ ہو۔ آپ نے فرمایا اس کو غسل کرنا چاہیئے پھر اسی طرح یہ پوچھا گیا کہ اگر احتلام یاد نہ ہو اور تری نہ پائی جائے۔ آپ نے فرمایا اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ ام سلیم نے یہ سن کر پوچھا اگر عورت بھی تری کو پائے تو کیا اس پر بھی غسل واجب ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں عورتیں بھی مردوں کی مانند ہیں۔

غسل میں بالوں کو دھونے کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَۃٍ جَنَابَۃٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَۃَ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَالْحَارِثُ ابْنُ وَجِیْہٍ الرَّاوِیْ هُوَ شَیْخٌ لَیْسَ بِذٰلِکَ

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بال کے نیچے ناپاکی ہے۔ پس دھوؤ بالوں کو اور پاک کرو بدن کو (ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ۔ ترمذی نے لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث غریب ہے۔

غسل اچھی طرح کرو

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ مَوْضِعَ شَعْرَۃٍ مِنْ جَنَابَۃٍ لَمْ یَغْسِلْهَا فُعِلَ بِہٖ کَذَا وَکَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِیٌّ فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَاْسِیْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَاْسِیْ ثَلٰثًا رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَاَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ اِلَّا اَنَّهُمَا لَمْ یُکَرِّرَا فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ

علیؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے بال برابر بھی جگہ غسل جنابت میں چھوڑ دی اور اس کو نہ دھویا تو اس کی وجہ سے کیا جائے گا۔ اس کو دوزخ میں عذاب ایسا اور ایسا علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کا یہ حکم سن کر) اس وقت سے دشمنی کی میں نے اپنے سر کے ساتھ، تین بار آپ نے یہ جملے ادا کئے (یعنی اس وعید کے بعد میں نے اپنے سر کے بال منڈائے) (ابوداؤد دارمی، احمد۔ مگر دارمی نے علیؓ کے الفاظ کو مکرر نہیں بیان کیا ہے۔

غسل کے بعد وضو کی ضرورت نہیں

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَوَضَّاُ بَعْدَ الْغُسْلِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

ناپاک وضو کر کے کھا پی لے

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ جُنُبًا فَاَرَادَ اَنْ یَاْکُلَ اَوْ یَنَامَ تَوَضَّاَ وُضُوْءَہٗ لِلصَّلٰوۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

عائشہؓ کہتی ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ناپاک ہوتے اور کچھ کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو کر لیتے جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد نمبر ۲ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء شمارہ نمبر ۳۱

دفتری نظام کی اصلاح

پاکستان میں دفتری نظام دن بدن خراب ہو رہا تھا۔ مسلیں یا تو گم کردی جاتی تھیں یا ان کو پھاڑ دیا جاتا تھا۔ رشوت ستانی کا بازار گرم تھا۔ کام نہ کرنے کا مرض وبا کی طرح پھیل چکا تھا۔ نا اہلی حد سے گزر چکی تھی۔ کیونکہ تقرری کے وقت قابلیت کا معیار پیش نظر نہیں رکھا جاتا تھا۔ بلکہ اقربا نوازی۔ خویش پروری اور رشوت تقرری کا ذریعہ تھی۔ ان سب خرابیوں کی وجہ سے ہمارا دفتری نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔

پاکستان میں مارشل لا کے نفاذ کے بعد ہماری نئی حکومت آہستہ آہستہ تمام خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے اب دفتری نظام کی اصلاح کا بھی بیڑا اٹھایا ہے۔ رشوت کی روک تھام کے لئے مناسب اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ دفاتر میں کام کی رفتار تیز کی جا رہی ہے۔ اخبار بینی۔ آوارہ گھومنا اور چائے نوشی وغیرہ ممنوع قرار دیدی گئی ہیں۔

یہ سب انتظامات اپنی جگہ ٹھیک اور قابلِ تحسین ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حکومت اور عملہ دونوں کو دفتری نظام کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ ابین یا الہ العالمین۔ اس موقعہ پر ہم حکومت کو ایک حدیث شریف پر عمل کرنیکی دعوت دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس حدیث پر عمل کرنے سے انشا اللہ دفتری نظام کی تمام خرابیاں چند دن میں دور ہو جائیں گی۔ حدیث شریف لمبی ہے ہم اس کا صرف ایک حصہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار تم میں سے ہر شخص راعی ہے۔ اور ہر شخص سے اس کی رعیّت کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا (بخاری ومسلم) اگر صدر مملکت سے لے کر ادنیٰ تریں ملازم تک ہر ایک اس حدیث شریف کو ذہن نشین کر کے اس پر حتی المقدور عمل کرنے کی کوشش کرے تو ہمیں یقین ہے کہ ہماری تمام دفتری خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ اس حدیث شریف میں مسلمان کو اس کی دینوی اور اخروی دونوں قسم کی ذمہ واریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ہر ذمہ وار افسر کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے دفتر کا کام بھی لے اور ان سے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی بھی تعمیل کرائے اگر افسر نہ دفتر کے کام کی نگرانی کرے۔ اور نہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی تعمیل کرائے تو وہ عند اللہ اور عند الناس مجرم ہے گویا اس حدیث شریف پر عمل کرنے سے ملازمین کی روحانی اصلاح بھی ہو جائے گی اور جو کام بھی ان کے ذمہ ہوگا وہ اس کو احسن طریقہ سے سرانجام دیں گے۔

ہر سال سرکاری ملازمین کی کارکردگی کی رپورٹ لکھی جاتی ہے۔ چونکہ افسر اور ماتحت دونوں میں احساس ذمہ واری نہیں ہے۔ اس لئے سالانہ رپورٹ اس کی کارکردگی کی آئینہ دار نہیں ہوتی۔ ماتحت کام نہیں کرتے اور افسران کی خرابیوں کو ظاہر نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اہل اور نا اہل یکساں ترقی حاصل کرتے ہیں اگر افسر اس حدیث شریف کو سامنے رکھیں۔ تو اہل اور نا اہل میں فرق نمایاں ہو جائیگا۔ اس طرح دفاتر کی کئی خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تعالےٰ افسروں اور ماتحتوں سبکو اس حدیث شریف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ابین یا الہ العالمین۔

دردِ دل کی کہانی

ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور ایک خالص دینی پرچہ ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ ایجنٹ اور خریدار حضرات اس سے جو سلوک کرتے وہ دوسرے اخبارات اور رسائل سے مختلف ہوتا جن کی اشاعت کا مقصد ہی دنیا کمانا ہے۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض حضرات اس سے جو سلوک کرتے ہیں وہ اپنے اندر بہت زیادہ تلخی لئے ہوتا ہے۔ ایجنٹ حضرات کے متعلق تو ہم اپنے دردِ دل کا اظہار کر چکے ہیں۔ آج ہم خریداروں کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

جب کسی خریدار کا چندہ ختم ہونیوالا ہوتا ہے۔ تو ہم اس کو بذریعہ سرخ نشان دو یا تین ہفتے لگاتار مطلع کرتے رہتے ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہونے والا ہے معدودے چند حضرات تو اپنے عندیہ سے ہمیں مطلع کردیتے ہیں۔ کہ چندہ ختم ہونے کے بعد پرچہ بند کر دیا جائے یا وی پی بھیج دی جائے یا ہم چند روز بعد چندہ ارسال کر دیں گے۔ ان حضرات سے ہمیں کوئی شکایت نہیں۔ ہم ان کے اخلاق حمیدہ کے دل سے معترف ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین یا الہ العالمین۔

ہمیں شکایت ہے تو ان حضرات سے جن کو دو تین سرخ نشان لگانے کے بعد جب وی پی بھیجا جاتا ہے۔ تو وہ واپس کردیتے ہیں۔ اگر وہ ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ ہمیں مطلع کردیتے کہ وہ آئندہ کے لئے خریدار نہیں رہنا چاہتے تو ہمیں وی پی بھیجنے کی زحمت اور مالی نقصان سے نجات مل جاتی۔ اگر وہ کارڈ بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ تو ایک پرچہ ہی واپس کردیتے جس سے ہم سمجھ لیتے کہ وہ آیندہ خریدار نہیں رہنا چاہتے۔ لیکن اکثر حضرات نہ یہ کرتے ہیں اور نہ وہ کرتے ہیں۔ جب وی پی جاتا ہے تو اس کو واپس کردیتے ہیں۔ یہ ایک اخلاقی جرم ہے۔ ایک قومی اور مذہبی اِدارہ سے یہ سلوک کسی طرح مناسب نہیں کہا جا سکتا چندہ ختم ہونے کے بعد ہم پرچہ اس لئے بند نہیں کرتے کہ مبادا کوئی طالب راہِ ہدایت اس کی رہنمائی سے محروم نہ رہ جائے

الحمد للہ! ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کی اشاعت پر ان حضرات کی وجہ سے کوئی اثر نہیں پڑتا اگر ہفتہ میں چار خریدار اس کی سرپرستی سے دست بردار ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ آٹھ اور بھیج دیتے ہیں۔ اگر پرچہ کو مالی نقصان پہنچتا ہے تو اس سے زیادہ ان حضرات کو روحانی نقصان ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو اس قسم کے اخلاقی جرائم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ابین یا الہ العالمین

حدیث بہت ہی کم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۲۳ جمادی الاوّل ۱۳۷۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

تین ۳ حصّے

پہلا - شاہنشاہ حقیقی کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے ہر وقت دروازہ کھلوا لینے کا طریقہ

دُوسرا - رُوحانی وائرلیس کے ذریعہ سرکار مدینہؐ سے ہر وقت تعلق قائم کر لینے کا طریقہ

تیسرا - آخرت میں عذابِ الٰہی سے نجات پانے کے لئے دُنیا ہی میں ٹکٹ حاصل کر لینے کا طریقہ

برادرانِ اسلام! مذکور الصدر تینوں عنوان ہر مسلمان کے لئے مفید اور خوش کن ہیں۔ ان عنوانات کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حدیثِ نبویؐ کا اسلام میں مقام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جنہیں احادیث الرسولؐ کہا جاتا ہے پہلے اسلام میں ان کا مقام اور مرتبہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس مقام کے واضح ہونے کے بعد ارشاداتِ نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر مسلمان کو ایسا یقین حاصل ہو جائے۔ جس طرح کہ قرآن مجید کے فرامین پر یقین ہو جاتا ہے۔

اسلام میں لفظِ حدیث

ایک اصطلاحی لفظ ہو گیا ہے۔ ورنہ اصل میں لفظ حدیث کا اُردو میں ترجمہ "بات" ہے۔ مگر اسلام میں جب کوئی شخص حدیث کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ تو اس سے مسلمان فوراً یہ خیال کرتا ہے کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان ذکر کر رہا ہے۔ یا کرنا چاہتا ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا حدیث شریف کے متعلق عقیدہ

...ے لئے پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ان دو قسموں کو وحی جلی[۱] اور وحی خفی[۲] سے تعبیر کیا جائے۔ یا "وحی متلو"[۱] اور "وحی غیر متلو"[۲] سے تعبیر کیا جائے۔

حاصل

دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض اوقات تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالےٰ کا فرمان خود تشریف لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا یعنی سُنا جاتے تھے۔ اور بعض اوقات اللہ تعالےٰ اپنا عندیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر (جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے سوا) القا فرما دیتے تھے۔ اس آخری صورت میں معانی کا القا تو آپ کے دل مبارک پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتا تھا۔ اور اس کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لفظوں میں فرماتے تھے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے اسلاف اور اخلاف سب اس امر پر متفق ہیں۔ کہ دونوں قسم کی وحی منزل من اللہ ہے۔

اس عقیدہ کا قرآن مجید سے ثبوت

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہُوا ہے۔

(وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝)

سورہ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ - اور (حضور انورؐ) اپنے نفس کی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے۔ سوائے اس کے نہیں - کہ وہ (جو کچھ بھی آپ فرماتے ہیں) وحی ہوتی ہے۔ جو آپؐ کی طرف بھیجی گئی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی کوئی کام تو کیا۔ ایک حرف بھی آپؐ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا۔ جو خواہشِ نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپؐ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ اللہ کی بھیجی ہُوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اس میں وحی متلو کو قرآن اور "غیر متلو" کو حدیث کہا جاتا ہے۔" بہر حال حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہر فرمان وحی الٰہی ہوتا ہے۔

منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہوگا

جب قرآن شریف سے یہ چیز ثابت ہو گئی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد وحیِ الٰہی ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث کے تسلیم کرنے سے انکار کرے گا اس کے انکار سے لازمی طور پر یہ کہنا پڑے گا کہ وہ شخص قرآن مجید کے فیصلے کا منکر ہے۔

اگر منکرِ حدیث

کو ثبوت احادیث میں شک ہو تو اس کو رفع کرنے کے لئے علمِ حدیث کے ماہر محدثین حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے شکوک کو رفع کرنا چاہیئے۔

اصول حدیث کی ایک چار ورق

کی چھوٹی سی کتاب "نخبۃ الفکر" پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے حدیث شریف کی روایت کرنے والے راویوں پر کس قدر شدید پابندیاں لگائی ہیں۔ اور جو شخص بھی ان پابندیوں پر پُورا نہ اُترے اس کی روایت کس طرح رد کر دیتے ہیں۔

شاہنشاہ حقیقی کے دربار میں ہر وقت حاضر ہوسکنے کا طریقہ

برادرانِ اسلام - دُنیا میں معمولی سرکاری عہدہ داروں کے ہاں حاضر ہونے کے لئے ان سے اجازت لینی پڑتی ہے - پھر کہیں ملاقات ہوتی ہے - اور دُنیا کے بادشاہوں کے ہاں تو شرفِ ملاقات کے لئے خدا جانے کتنے درمیانی واسطوں سے گزرنا پڑتا ہے - بخلاف اس کے احکم الحاکمین کے حضور میں دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں جس وقت بھی جانا چاہیں جا سکتے ہیں - اور اس کے حضور میں جو چاہیں عرض کر سکتے ہیں - اور جتنا وقت چاہیں دربارِ الٰہی میں حاضر رہ سکتے ہیں - میری اس عرضداشت کی تائید میں چند احادیث ملاحظہ ہوں -

پہلی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ وَ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضؓ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ - رواہ مسلم

ترجمہ - ابی ھریرہ رضؓ اور ابی سعید رضؓ سے روایت ہے - دونوں نے کہا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - نہیں بیٹھتی کوئی قوم ذکر الٰہی کے لئے - مگر یہ کہ اس کو فرشتے گھیرا ڈال لیتے ہیں - اور اس پر رحمت چھا جاتی ہے - اور اس پر سکینت نازل ہوتی ہے (یعنی سکون اور اطمینانِ قلب) اور اللہ تعالےٰ اُن لوگوں کا ان شخصوں میں ذکر کرتا ہے - جو اس کے قریب ہیں - (یعنی مقرب فرشتے)

حاصل

یہ نکلا کہ جب اللہ تعالےٰ کے بندوں کی کوئی جماعت ذکر الٰہی کرنے بیٹھتی ہے - تو اللہ تعالےٰ کے فرشتے انہیں گھیرا ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی نظر رحمت خود وہاں موجود ہوتی ہے - تب ہی تو خود اللہ تعالےٰ ان لوگوں کا ذکر ان فرشتوں میں فرماتا ہے - جو اس کے حضور میں حاضر رہتے ہیں - تو معلوم ہُوا کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذاکر بندے بیٹھتے ہیں - تو ذاتِ باری تعالےٰ کا نور خود وہاں جلوہ افروز ہو جاتا ہے -

دوسری

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ - یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ - متفق علیہ -

ترجمہ - ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - میرا بندہ میری نسبت جو خیال و گمان کرتا ہے - میں اس کے لئے ایسا ہی ہوں - (یعنی اس سے اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں) پس اگر بندہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے - میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہُوں - اور اگر مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے - تو میں اس کو اس جماعت میں یاد کرتا ہوں - جو ان سے بہتر ہوتی ہے -

حاصل

یہ نکلا کہ جب کبھی انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے کے لئے بیٹھے - اکیلا ہو یا جماعت میں ہو - اللہ تعالےٰ کی تجلی خود بخود وہاں آ موجود ہوتی ہے - دُنیا کے اُمرا اور بادشاہوں کے ہاں تو حاضر ہونے میں اجازت لینے دینے کا انتظار کرنا پڑتا ہے - اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تجلّی خود بخود وہاں آ موجود ہوتی ہے -

تیسری

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ اَزِیْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَجَزَآءُ سَیِّئَةٍ مِّثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَّمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً وَّمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَةً لَا یُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُهٗ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ - ابی ذر رضؓ سے روایت ہے کہا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - جو شخص ایک نیکی کرے گا - تو اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا - بلکہ اس سے بھی زیادہ - اور جو شخص بُرائی کرتا ہے پس بُرائی کا بدلہ اس کے مثل ہی ہوگا - (یعنی ایک بُرائی کے عوض میں ایک بُرائی سے زیادہ شمار نہیں کی جائے گی - جس طرح کہ ایک نیکی کرنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملا تھا) یا (وہ بُرائی) بخش ہی دوں گا - (یعنی اس بُرائی کی اسے کوئی سزا نہیں دونگا) اور جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہو گا - میں اس کی طرف ایک ہاتھ بھر قریب ہونگا - اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوگا میں اس کی طرف دونوں بازوؤں کے پھیلاؤ جتنا قریب ہونگا - اور جو شخص میری طرف چلتا ہُوا آئیگا میں اس کی طرف دوڑ کر آؤں گا - اور جو شخص مجھ سے زمین کی مقدار جتنے گناہ لے کر ملے گا - مجھ سے کسی کو شریک نہ کیا ہو - میں اس سے اتنی ہی مغفرت لے کر ملوں گا -

حاصل

پہلی اور دوسری حدیث کا جو حاصل عرض کر چکا ہوں اُس کا حاصل در اصل وُہی ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آئے - اس کی رحمت کا دروازہ ہر وقت کھُلا ہُوا پائے گا + اس کے علاوہ ایک حاشیہ ملاحظہ ہو -

اس حدیث پر طیبی شرح مشکوٰۃ شریف کا حاشیہ

"قَلَّمَا یُوْجَدُ فِی الْاَحَادِیْثِ حَدِیْثٌ اَرْجٰی مِنْ هٰذَا فَاِنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَتَّبَ قَوْلَهٗ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً عَلٰی عَدَمِ الْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ فَقَطْ وَلَمْ یَذْكُرِ الْاَعْمَالَ الصَّالِحَةَ وَ لَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَّغْتَرَّ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ وَ یَقُوْلُ اِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَاُكْثِرُ الْخَطِیْئَةَ حَتّٰی یَكْثُرَ اللّٰهُ لِیْ مَغْفِرَتِیْ وَاِنَّمَا قَالَ ذٰلِكَ كَیْلَا یَیْاَسَ الْمُذْنِبُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَلَا شَكَّ اَنَّ لِلّٰهِ مَغْفِرَةً وَّعُقُوْبَةً وَّمَغْفِرَتُهٗ اَكْثَرُ وَلٰكِنْ لَا یَعْلَمُ اَحَدٌ اَنَّهٗ مِنَ الْمَغْفُوْرِیْنَ اَوْ مِنَ الْمُعَاقَبِیْنَ فَاِذَنْ یَنْبَغِیْ لِلْمَرْءِ اَنْ یَّكُوْنَ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ"

ترجمہ - حدیثوں میں اس حدیث جیسی بہت زیادہ امید دلانے والی حدیث بہت ہی کم

کوئی آتی ہے - پس تحقیق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے گناہوں کی زمین بھر کر آنے والے کے لئے اتنی ہی مغفرت کا انحصار فقط اس امر پر کیا ہے کہ اس شخص نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو- اور اس کے اعمال صالحہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا - (کہ اس کے پاس اعمال صالحہ بھی تھے - یا نہ - اور کسی شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس حدیث کے باعث غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے - اور کہے کہ جب یہ حال ہے (کہ جتنے گناہ زیادہ ہونگے اتنی ہی زیادہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ نصیب ہو گی - لہٰذا مَیں گناہ ہی زیادہ کرونگا - تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتنی زیادہ مغفرت کا مستحق ہو جاؤں - (کیا) سوائے اس کے نہیں کہ حضور انورؐ نے یہ ارشاد اس واسطے فرمایا تھا تاکہ گناہگار اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائیں (کہ اتنے گناہوں کے ہوتے ہوئے ہماری بخشش کب ہو سکے گی) اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں مغفرت اور عذاب دونوں ہی ہیں۔ البتہ اس کی مغفرت (عذاب کے مقابلہ میں) بہت زیادہ ہے - البتہ یہ کوئی نہیں جانتا - کہ وہ بخشے ہوؤں میں سے ہے - یا عذاب کئے جانے والوں میں سے - لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وہ خوف اور امید کے درمیان میں رہے۔

چوتھی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً یَّطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَھْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَّذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ قَالَ فَیَحُفُّوْنَھُمْ بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیُمَجِّدُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ مَا رَاَوْکَ قَالَ فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً وَاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا قَالَ فَیَقُوْلُ فَمَا یَسْئَالُون قالوا یسئا لک الجَنَّۃَ قَالَ فَیَقُوْلُ وَھل راوھا فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہ

یا رب ما رَاوھا قَالَ یقول فکیف لوراوھا قال یقولون لو انھم رأوھا کانوا اشد علیھا حِرصاً وَاشَدَّ لھا طلباً وَاعظم فِیْھَا رغبۃً قال فمم یتاوّذُوْنَ قال یقولون من النار قال یقولُ فھل راوھا قال یقولون لا واللّٰہ یا رب ما راوھا قال یقول فکیف لوراوھا قال یقولون لوراوھا کانوا اشد منھا فراراً اواشد لھا مخافۃ قال فیقول فاشھدکم انی قد غفرت لھم قال یقول م... من المَلٰئِکَۃ فیھم فلان لیس منھم انما جاء لحاجۃ قال ھم الجلساء لا یشقیٰ جلیسھم رواہ البخاری

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے - جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے - جو ذکر الٰہی کرتے ہیں، پس جب وہ کسی جگہ ذکرِ الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں - آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ - (یعنی ذکرِ الٰہی کو سننے اور ذکر اللہ کرنے والوں سے ملنے کے لئے اس کے بعد) آپؐ نے فرمایا - پس وہ (فرشتے آ جاتے ہیں - اور) اپنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک لیتے ہیں - اور آسمان دُنیا تک جا پہنچتے ہیں - آپ نے فرمایا - ان کا رب ان سے پوچھتا ہے - حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے - کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے - آپؐ نے فرمایا - فرشتے کہتے ہیں - تیری پاکی بیان کر رہے تھے - تیری عظمت و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے - تیری تعریف کر رہے تھے - اور تیری عظمت کے ساتھ تجھے یاد کر رہے تھے - آپؐ نے فرمایا - پھر (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے - کیا اُنہوں نے مجھے دیکھا ہے - آپ نے فرمایا - پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں - نہیں - اللہ کی قسم - انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں ہے - آپ نے فرمایا - پھر (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے - اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا - آپ نے فرمایا - پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں - اگر وہ آپ کو دیکھ لیں، تو آپ کی بہت زیادہ عبادت کرتے - اور بہت زیادہ آپ کی بزرگی بیان کرتے . . . . .

. . . . - اور بہت زیادہ ... بیان کرتے - آپ نے فرمایا - پھر (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے - پھر وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں (آپ نے فرمایا) فرشتے کہتے ہیں - آپ سے بہشت مانگتے ہیں - آپ نے فرمایا (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے - اور کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے - پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں - نہیں - خدا کی قسم - اے (ہمارے) رب اُنہوں نے بہشت کو دیکھا نہیں ہے - آپ نے فرمایا - (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے - اگر یہ لوگ اسے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو - آپ نے فرمایا - (فرشتے) کہتے ہیں - اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو بہشت کی خواہش ان میں بہت زیادہ بڑھ جاتی - اور . . . بہشت کی طلب ان میں سخت ہو جاتی - اور بہشت کی طرف ان کی رغبت بہت بڑھ جاتی - آپ نے فرمایا - پھر وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں - آپ نے فرمایا - (فرشتے) عرض کرتے ہیں - آگ سے - آپ نے فرمایا - (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے - پس کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے - آپ نے فرمایا (فرشتے) کہتے ہیں - نہیں - اللہ کی قسم - اے (ہمارے) رب انہوں نے دوزخ کو دیکھا نہیں ہے - آپ نے فرمایا - پھر (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو - آپ نے فرمایا - پھر (فرشتے) کہتے ہیں - اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں - تو وہ اس سے بہت زیادہ بھاگیں - اور اس سے بہت زیادہ خوفزدہ ہوں - آپ نے فرمایا - پھر (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے - پھر مَیں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ مَیں نے ان سب کو بخش دیا - آپ نے فرمایا - فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے - ان لوگوں میں فلاں شخص ہے جو ان میں شامل نہیں ہے - (مثلاً کسی کام کے لئے ان کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا) اللہ تعالےٰ فرمائیگا - یہ لوگ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رکھا جاتا - (لہٰذا وہ بھی بخشا گیا)

بذریعہ رُوحانی وائرلیس سرکارِ مدینہؐ سے ہروقت تعلق قائم کر لینے کا طریقہ

اس عنوان کی شہادت میں چند احادیث ملاحظہ ہوں

پہلی

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ - رواہ النسائی والدارمی -

ترجمہ - ابن مسعودؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - کہ (اللہ تعالیٰ) کے بہت سے فرشتے زمین پر سیر کرنے والے ہیں - جو میری اُمّت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں -

حاصل

یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں جب کبھی کوئی شخص آپ پر سلام عرض کرتا ہے تو فرشتے فوراً حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دیتے ہیں - لہٰذا ثابت ہُوا کہ حضور انورؐ کا اُمّتی جب چاہے فرشتوں کی وائرلیس کے ذریعہ حضورؐ سے اپنا تعلق قائم کر سکتا ہے - اگر اور مزید باتیں نہ بھی عرض کر سکے - تو یہ تھوڑی نعمت ہے کہ سید المرسلینؐ سے ایک ادنےٰ سے ادنےٰ ایکا اُمّتی بھی سلام کا سلسلہ جاری کر سکتا ہے -

دوسری

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ

رواہ ابوداؤد والبیہقی فی الدعوات الکبیر

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھ پر سلام بھیجے - مگر یہ کہ اللہ (تعالیٰ) میری رُوح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے - یہاں تک کہ مَیں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں -

اس حدیث پر لمعات شرح مشکوٰۃ کا حاشیہ ملاحظہ ہو

" رد اللہ علی روحی ولیس المراد بعود الروح عودھا بعد المفارقۃ عن البدن وانما المراد انہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فی البرزخ مشغول حول الملکوت مستغرق فی مشاھدۃ رب العزۃ عزوجل کما کان فی الدنیا فی حالۃ الوحی وفی الاحوال الاخر فعبر عن افاقتہ من تلک المشاھدۃ وذٰلک الاستغراق برد الروح " لمعات (احناف کرام کے علماء کے ہاں لمعات واجب الاحترام شروح میں سے ہے -)

ترجمہ - حضور انورؐ کے ارشاد (رد اللہ علی روحی) ترجمہ اللہ (تعالیٰ) مجھ پر میرے رُوح کو لوٹا دیتا ہے - رُوح کے لوٹ کر آنے سے مراد بدن سے جُدا ہونے کے بعد لوٹ کر آنا مراد نہیں ہے - اور سوائے اس کے نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (عالم) برزخ میں (عالم) ملکوت کے ماحول میں مشغول ہیں - رب العزّت عزّ و جل (یعنی اللہ تعالیٰ) کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں - جس طرح کہ دُنیا میں وحی کی حالت میں اور (اسی قسم) دوسرے حالات میں مستغرق ہوتے تھے - پھر اس مشاہدہ کی حالت کے استغراق سے افاقہ پاکر سلام کا جواب دینے میں متوجہ ہونے کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے - (ورنہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ روح کا تعلق وجود مبارک سے منقطع ہو چکا تھا - پھر دوبارہ وجود مبارک سے رُوح کا تعلق قائم کیا جاتا ہے)

تیسری

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ

رواہ البیہقی فی شعب الایمان -

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے - مَیں اسے سُن لیتا ہوں - اور جو شخص دُور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے - تو وہ درود مجھے پہنچا دیا جاتا ہے -

حاصل

یہ نکلا کہ حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مزار اقدس کے پاس درود شریف پڑھیں تو حضورؐ خود بخود سُن لیتے ہیں - اور دُور پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں - بہر حال سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمّتی جب چاہے آپؐ سے سلسلہ تعلق جوڑ سکتا ہے - اور حضورؐ کی طرف پیش کر کے وہ سلام کا جواب لے سکتا ہے -

اے مسلمان

تیرے لئے تعلق باللہ کے بعد اس سے بڑھ کر اور کوئی بڑی نعمت ہو سکتی ہے - کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم میں سلام پیش کرے - اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام براہ راست تمہیں جواب دیں -

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا ثواب

پہلی حدیث

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَّحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْٓئٰتٍ وَّرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجٰتٍ - رواہ النسائی -

ترجمہ - انسؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے - اُس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس مرتبہ رحمت نازل ہوتی ہے - اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے (بارگاہ الٰہی میں) بلند ہو جاتے ہیں -

حضور انورؐ کی یہ عجیب برکت ہے

کہ ایک مرتبہ آپ پر درود شریف زبان سے پڑھنے کی برکت سے یہ فائدہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر اس شخص پر دس مرتبہ اپنی رحمت نازل فرمائی - اور دس گناہ معاف فرما دیئے - اگر یہ معاف نہ ہوتے تو کوئی بعید نہیں تھا کہ انہیں گناہوں کے باعث انسان دوزخ میں جاتا - اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل نصیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں دس درجے کی بلندی حاصل ہوئی -

دُوسری

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً - رواہ الترمذی

ترجمہ - ابن مسعودؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا - جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا -

اگر زبان

سے فقط چند الفاظ پڑھنے سے (جن کے پڑھنے سے نہ کوئی بدنی تکلیف اُٹھانی پڑتی اور نہ ہی مال و دولت خرچ کرنے پڑتے) اگر سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب حاصل ہو جائے تو یہ کتنی بڑی عجیب نعمت ہے اور جس کو میدانِ قیامت میں یہ قرب نصیب ہو گیا اس کے بعد وہ یقیناً جنّت ہی میں جائے گا۔ یہ تو عقلاً ناممکن ہے۔ کہ میدانِ قیامت میں تو وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر مقام پائے۔ اور پھر دوزخ میں جائے۔ اور اس منصب کے حاصل کرنے کے لئے مرد اور عورت میں کوئی تمیز نہیں ہے۔ عورتیں بھی گھروں میں پردہ کے اندر بیٹھ کر (اگر فرائض عینیہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد) اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہیں تو وہ بھی حاصل کر سکتی ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

تیسری

عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَالْبِشْرُ فِیْ وَجْہِہٖ فَقَالَ اِنَّہٗ جَاءَنِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا یُرْضِیْکَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا رواہ النسائی والدارمی۔

ترجمہ۔ ابی طلحہؓ سے روایت ہے۔ بے شک ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے۔ اور آپ کے چہرہ (مبارک) پر خوشی کے آثار تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ بیشک میرے پاس جبرئیل آئے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ بیشک تیرا رب فرماتا ہے۔ کیا اے محمدؐ تو اس بات سے راضی نہیں ہوگا۔ کہ تیری اُمّت میں سے جو تجھ پر درود بھیجے۔ تو مَیں اس پر دس مرتبہ اپنی رحمت نازل کروں۔ اور تیری اُمّت میں سے جو تم پر سلام بھیجے۔ تو مَیں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں۔

نتیجہ

جس شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام آئے (سلام کا مطلب سلامتی ہے) تو کیا وہ شخص کبھی دوزخ میں جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے مرتے دم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تعلق کو پہلے قائم کرنے اور پھر نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

چوتھی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ مَعَہٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَہٗ سَلْ تُعْطَہٗ رواہ الترمذی

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ مَیں نماز پڑھ رہا تھا۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ آپؐ کے پاس تھے۔ جب مَیں نماز پڑھ کر بیٹھا تو مَیں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود پڑھا۔ پھر مَیں نے اپنے لئے دُعا کی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال کر (اللہ تعالیٰ سے) تیرا سوال قبول کیا جائیگا۔ سوال کر (اللہ تعالیٰ سے) تیرا سوال قبول کیا جائے گا۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد درود شریف پڑھ کر دُعا کی جائے تو وہ دُعا قبول ہو جاتی ہے۔

پانچویں

عَنْ رُوَیْفِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّقَالَ اللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ رواہ احمد

ترجمہ۔ رویفعؓ سے روایت ہے۔ بیشک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ جو شخص محمدؐ پر درود بھیجے۔ اور پھر کہے۔ اللّٰھمّ انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیٰمۃ۔ ترجمہ اے اللہ۔ اس کو قیامت کے دن اس جگہ ٹھہرا۔ جو تیرے نزدیک مقرب ہے تو اس کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اس دُعا کے پڑھنے کا نتیجہ یہ نکلیگا۔ کہ قیامت کے دن اس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ضرور ہی ہوگی۔

آخرت میں عذابِ الٰہی سے نجات پانے کیلئے دُنیا ہی میں ٹکٹ حاصل کر لینے کا طریقہ

پہلی حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فِیْ یَوْمٍ مِّائَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ متفق علیہ۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جس شخص نے سبحان اللہ وبحمدہٖ روزانہ ایک سو مرتبہ پڑھا۔ اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

مطلب یہ ہے

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے۔ کہ فرائض عینیہ (مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ) کے ادا کرنے کے بعد اگر کوئی شخص روزانہ وظیفہ کرتا رہے تو اس کے گناہ قیامت کے دن سب بخشے جائیں گے۔ اور یہ مطلب نہیں ہے کہ فرائض عینیہ تو ادا نہ کرے اور فقط یہ وظیفہ روزانہ پڑھتا رہے تو بھی سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

دوسری

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّکْسِبَ کُلَّ یَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَۃٍ فَسَاَلَہٗ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِہٖ کَیْفَ یَکْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَۃٍ قَالَ یُسَبِّحُ مِائَۃَ تَسْبِیْحَۃٍ فَیُکْتَبُ لَہٗ اَلْفُ حَسَنَۃٍ وَیُحَطُّ عَنْہُ اَلْفُ خَطِیْئَۃٍ۔ رواہ مسلم

ترجمہ۔ سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھے۔ کہ آپؐ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں حاصل کرے۔ جو لوگ اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی نے پوچھا۔ کیونکر ہم میں سے کوئی شخص ہزار نیکیاں روزانہ حاصل کرے۔ آپؐ نے فرمایا سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھے۔ اس کے حساب میں ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے ہزار گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یّشاءُ الٰی صراطٍ مستقیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۲ جمادی الاوّل ۱۳۷۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد - مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ ہمارے اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دُنیا سے ایسا بن کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اس کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہو جائیں - اسی مقصد کو سامنے رکھ کر مَیں کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں - آج کا عنوان ہے:

الفاظ میں یکسانیت اور معانی میں شدید اختلاف

بعض الفاظ ایسے ہیں جن کو ہم بھی استعمال کرتے ہیں - اور ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی استعمال کرتے ہیں - لیکن ہم ان الفاظ کا مطلب اور لیتے ہیں - اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کا مطلب اور ہوتا ہے -

مثلاً ۱؎ اندھا اور بینا - ہم اس کو اندھا کہتے ہیں - جس کو دونوں آنکھوں سے نظر نہ آئے - اور بینا وہ ہے جس کی دونوں آنکھیں سلامت ہوں - لیکن اللہ تعالےٰ اس کو اندھا کہتے ہیں - جو باطن کا اندھا ہو - اس کے متعلق قرآن مجید میں فرماتے ہیں - (فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ۝) سورہ الحج رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ - پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں)

اسی وجہ سے مَیں کہا کرتا ہوں۔ "آپ کہتے ہیں بینا سارے - اندھا کوئی کوئی - مَیں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی کوئی" پولیس کی رپورٹ کے مطابق لاہور کی آبادی ۱۴ لاکھ ہے - اگر لاہور میں ایک لاکھ کی اوسط میں ایک بھی بینا ہوتا تو نہ یہاں کفر رہتا نہ شرک رہتا اور نہ بدعت رہتی۔ لاہور جگمگا اُٹھتا - اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے پیش کردہ نور اسلام سے منوّر اور روشن ہوتا - یہاں باطن کے بیناؤں کی اتنی کمیابی ہے کہ ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔

حکومت ڈنڈے کے زور سے لوگوں کو سیدھا کرتی ہے - اور اللہ والے محبت کے دام میں پھنسا کر اصلاح کرتے ہیں - طالب صادق کی نظر میں شیخ محبوب ہو جاتا ہے - طالب صادق وہ ہے جس کے دل کا کنکشن عقیدت - ادب اور اطاعت کے ذریعہ شیخ کے قلب سے ہو جائے - پھر شیخ کی ناراضگی اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے - شیخ کامل وہ ہوسکتا ہے - جس کی صحبت میں جانے سے دل دُنیا سے ہٹ کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا نظر آئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے - خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ اِذَا رُاُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ - (ترجمہ - اللہ تعالےٰ کے نیک بندے وہ ہیں جن کو دیکھا جائے - تو اللہ تعالےٰ یاد آئے -) کسی کو دیکھنا دو طرح کا ہوتا ہے - ۱- ان آنکھوں سے دیکھنا - ۲- باطن کی آنکھوں سے دیکھنا - طالب صادق شیخ کامل کو باطن کی آنکھوں سے دیکھتا ہے -

پنجابیوں کے ہاں وہ پیر بڑا ہے - جس کے ساتھ آدمی زیادہ ہوں - جس کی آمد پر زیادہ دیگیں پکائی جائیں - پنجاب میں بکثرت ایسے پیر ہیں - جن کو یہ پتہ نہیں کہ ہم نے ان سے بیعت کیوں لی ہے اور نہ ہی مریدوں کو علم ہے کہ ہم نے یہ پیر کیوں بنایا ہُوا ہے -

۲؎ زندہ اور مُردہ - ہم بھی زندہ اور مردہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں - اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے ہاں بھی یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں - ہم اس کو زندہ کہتے ہیں - جو روٹی کھائے - پانی پیئے - دفتر یا دوکان پر جائے اور کما کر لائے - بال بچوں میں بیٹھ کر کھائے - مُردہ وہ ہے جو نہ کھائے نہ پیئے - نہ کما کر لائے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے - آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو -

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ متفق علیہ - (ترجمہ - حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جو شخص اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے -) حضورؐ اللہ تعالےٰ کے عندیہ کی ترجمانی فرماتے ہیں - کیونکہ اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے - وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ سورہ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ - اور (حضور انورؐ) اپنے نفس کی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے - سوائے اس کے نہیں - کہ وہ (جو کچھ بھی آپ فرماتے ہیں) وحی ہوتی ہے - جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے) گویا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے ہاں ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے - خواہ وہ کھانا کھائے - پانی پیئے - دفتر یا دوکان پر جائے کما کر لائے -

اس بدقسمت شہر لاہور میں سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمان کہلانے والے ایسے ہونگے جو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ کے ہاں مردہ ہیں - ان کو ۲۴ گھنٹہ میں ایک دفعہ کلمہ طیّبہ پڑھنا بھی نصیب نہیں ہوتا - یہ بدقسمت ہیں اللہ تعالےٰ ان کو خوش قسمت بنائے - آمین یا الٰہ العالمین -

کوئی شخص گھر میں مردہ رکھنے کو تیار نہیں - باپ مرجائے تو بیٹے لاش کو گھر میں رکھنے کو تیار نہیں ہوتے - اسی طرح بیٹا مرجائے تو باپ لاش رکھنا گوارا نہیں کرتا - غرضیکہ ہر وارث لاش کو جلدی قبر میں دفن کرنا چاہتا ہے - تو کیا اللہ تعالےٰ نے جنت مُردوں کے لئے بنائی ہے؟ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اندھا اور مُردہ ہونے سے بچائے - بینا اور زندہ بن کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

۳؎ سوہنا اور بدصورت - ہم سوہنا اس کو کہتے ہیں جس کا رنگ گورا ہو - دراز قد ہو - پستہ قد نہ ہو - آنکھیں موٹی ہوں - ہر شخص چاہتا ہے کہ بیٹا ہو تو سوہنا ہو - بیٹی ہو تو سوہنی ہو، بہو ہو تو سوہنی ہو - داماد ہو تو سوہنا ہو - اللہ تعالےٰ

اور اس کا رسولؐ اس کو سوہنا کہتے ہیں جس کا دل اور اعمال سوہنے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ۔ رواہ مسلم

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

ہم بھی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ بھی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن ہماری پسندیدہ خوبصورتی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی پسندیدہ خوبصورتی میں بہت بڑا فرق ہے۔

ابولہب خاندانِ نبوّت کا چشم و چراغ ہے۔ صورت کا سوہنا ہے۔ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب تھی۔ معلوم ہوتا ہے مالدار بھی ہے۔ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ (سورہ اللہب پارہ ۳۰)

ترجمہ۔ اس کا مال اس کے کام نہ آیا۔)

خانہ کعبہ عرب میں سب سے بڑی خانقاہ تھی۔ قریش اس کے مجاور سمجھے جاتے تھے۔ اس خانقاہ کا سب سے بڑا پیر عبدالمطلب تھا۔ ابولہب سب سے بڑے پیر کا بیٹا ہے۔ سیّد الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چچا ہے۔ چچا کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں۔ عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ (ترجمہ۔ آدمی کا چچا اس کے باپ کے مانند ہوتا ہے) یہ سب باتیں وجہ ترجیح ہیں۔ لیکن چونکہ لا الہ الا اللہ نہیں پڑھا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے نام لے کر فرمایا۔ کہ ابولہب دوزخ میں جائے گا۔

(تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝

سورہ اللہب پارہ ۳۰

ترجمہ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔ اُس کا مال اور جو اس نے کمایا اس کے کام نہ آیا۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑے گا

اس کے برعکس حضرت بلالؓ کو لیجئے۔ وہ حبش کا باشندہ تھا۔ سیاہ فام تھا۔ ایک کافر کا غلام تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا مقبول تھا کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے زندہ بلالؓ جنت میں بنا کر رکھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جنت میں دیکھ کر آئے تھے کیونکہ حضرت بلالؓ مسلمان ہونے کے علاوہ حضور انورؐ کی مسجد مبارک کے مؤذّن تھے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مؤذّن کی اذان کے باعث جتنے نمازی مسجد میں جمع ہوتے ہیں ان سب کی نماز با جماعت کا اجر نمازیوں کے علاوہ مؤذّن کو علیحدہ ملتا ہے اسی لئے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ کو یہ شرف اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہوا ہے۔ کہ وہ مرنے سے پہلے ہی ایک طرح پر جنّت میں پہنچا دیئے گئے ہیں۔

اس آئینہ میں قوم کا مُنہ دیکھئے کہ اندھے۔ مردے اور بدصورت کتنے ہیں۔ اکثریت اندھوں۔ مُردوں اور بدصورتوں کی ہے۔ اگر مرض خطرناک ہو اور مریض اس کو معمولی سمجھے تو مرض ایک دن پیغامِ موت بن جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ روحانی امراض میں مبتلا ہیں ان کو احساس ہی نہیں کہ مرنے کے بعد قبر جہنّم کا گڑھا بن جائیگی۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسا بن کر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا وہ ہم کو بنانا چاہتا ہے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ نیک نیتی سے جو بھی اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر آئیگا وہ خالی نہیں جائے گا۔ آج جو کچھ مَیں نے عرض کیا ہے یہ سب باتیں قابلِ غور ہیں۔ اگر یہ باتیں سمجھ میں آجائیں اور ان پر عمل کی بھی توفیق ہو جائے تو یہی اصلاحِ حال ہے۔ لیکن یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر آنے سے سنی جاسکتی ہیں۔ یہ باتیں نہ دفاتر۔ نہ عدالتوں اور نہ سکولوں اور کالجوں میں سُنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سدا اپنے دروازہ پر لائے۔ اور جو نہیں آتے ان کو آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

واقعہ یہ ہے کہ اولیائے کرام ہی صحیح معنوں میں انسان کو انسان بناتے ہیں۔ گھول کر کوئی نہیں پلاتا۔ آہستہ آہستہ ان کی صحبت میں رہنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ بشرطیکہ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے ان کے ہاں رہے۔ جو اس طریقہ سے ان کے ہاں رہے وہ جھولیاں بھر کر لے گئے۔ اور جو عقیدت۔ ادب اطاعت سے بے بہرہ تھے وہ بد قسمت محروم ہی رہے۔ اللھم لاتجعلنا منھم

وصیت

”ہم ذیل میں حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کی نقل ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں یہ نقل ہمیں حضرتؒ کے خاندان سے دستیاب ہوئی ہے۔ اس میں حضرتؒ نے اپنی اولاد اور احباب کے لئے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس میں ہر مسلمان کیلئے سبق ہے“ ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

ایں حقیر را بیعتِ استقامت بر کتاب و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و توجہ الی اللہ و ترک ماسوی اللہ و کمال سعی در رضائے مولیٰ و در تحصیل تقویٰ و بردست امام الوقت آگاہ باللہ حبیب اللہ قندھاریؒ است • والیشاں تربیت یافتہ رہنمائے طریقت ہادیٔ راہ ہدایت فرح الدینؒ است • والیشاں فیض یافتہ واصل الی اللہ شیخ فقیر اللہؒ است

والیشاں نور آمودہ شیخ مسعودؒ است

والیشاں پرورش یافتہ و مرید شیخ سعیدؒ است

والیشاں برکات یافتہ خاص ولی اللہ شیخ سعد اللہؒ است

والیشاں از اکابر تلامذہ و مریدان شیخ آدم بنوریؒ است

وباقی شجرہ معروف و مشہور است

پس وصیتِ فقیر با احباب و دوستانِ خود ہمیں است کہ کتابِ الٰہی را قراءۃً و علماً و عملاً و عبرۃً مضبوط بگیرند و از دست نہ دہند و سنت نبویہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ) را باہتمام چنگ برنند و زبانِ خود را با مصاحبتِ قلب بہ یاد اللہ عزوجل رطب بدارند و بدل و جان از ماسوے اللہ منقطع و متبتل گشتہ و متوجہ الی اللہ تعالیٰ شوند و در تحصیلِ تقویٰ و رضائے مولیٰ و در بدست آوردن مقام احسان و اخلاص و محبتِ رب اعلیٰ کما ینبغی کوشش نمایند۔ و صحبت و مجالستِ بدعتیاں و فساق و فجار و اہل کبر و ہوا کہ صحبتِ ایشاں زہر قاتل است مجتنب باشند و از جمیع منہیات بلکہ لغو لایعنی و کثرتِ کلام کہ موجب غفلت و قساوت قلب است در کنار مانند۔ و در امتثالِ اوامر و تعمیل احکام مالک قادر خود راحت و چالاک دارند و ہر عملے کہ میکنند اگر خالص لوجہ اللہ و یا موافق سنت رسول اللہؐ نباشد آنرا مردود و نامقبول دانند زیراکہ مناطِ قبولیت بر اخلاص و موافقتِ سنت است و قلوبِ خود را باین دنیائے دنی و عمر فانی نہ بندند بلکہ خود را مسافر دانند و راہ گذر دریں جہاں بدانند ——— کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور ———

ایں وصیت ہر چند مختصر است لکن جامع معانی و حاوی مقاصد آن تمام اولیاء اللہ و کمل مشائخ است کہ ما دامن گیر ایشانیم۔ تمام عمر کہ ریاضات و مجاہدات نمودند آں ہمہ برائے تحصیل ایں حالات و مقامات میکردند آخر الامر مقبولین و محبوبین مالک جہاں و ملائکہ و جمیع مومنین گشتند۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نرسیدم تو شاید برسی

وفقنی اللہ وایاکم لما یحب و یرضیٰ وجعلنی وایاکم

درس قرآن مجید از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مصیبت بھی درحقیقت نعمت ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن اس آیت کی تشریح سے پہلے اتنی بات سمجھ لیجئے کہ دُنیا میں حق تعالیٰ نے دو سلسلے قائم کر رکھے ہیں :۔

۱۔ ایک سلسلہ تو نعمتوں کا ہے اور نعمتوں کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ کچھ ظاہری نعمتیں ہیں اور کچھ باطنی نعمتیں ہیں۔ ظاہری نعمتوں میں مکان، کھانا، پینا، دولت، عزت، غرض نعمتوں کا یہ غیر محدود سلسلہ ہے جو حق تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمایا ہے علم۔ اطاعت اور عبادت کی توفیق۔ زہد و تقویٰ۔ یہ باطنی (روحانی) نعمتوں کا سلسلہ ہے۔ ظاہری نعمتوں کی انتہا ہو جائے تو حکومت اور سلطنت ملتی ہے۔ روحانی نعمتوں کی انتہا نبوت پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی دو بڑی نعمتیں انسان کو عطا فرمائی ہیں۔

ایک موقعہ پر ان کا ذکر بطور احسان فرمایا بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا ق صلے وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورہ المائدہ۔ رکوع ۴ پ ۵)

ترجمہ :۔ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم، اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم میں نبی پیدا کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ دیا جو جہان میں کسی کو نہ دیا تھا)

۲۔ ایک سلسلہ مصائب کا ہے مصیبتیں بھی ہزاروں ہیں۔ دُکھ۔ درد۔ بیماری۔ تفکرات۔ پریشانی اور اضطراب۔ دشمنوں کا تسلط۔ مفلسی اور ناداری وغیرہ

انسان ان دونوں سلسلوں

میں سے کسی نہ کسی سلسلہ میں مبتلا ہے یہ نہیں کہ وہ نہ مصیبتوں میں مبتلا ہو اور نہ نعمتوں میں ہو۔ وہ یا تو نعمتوں میں ہوگا یا مصیبتوں میں۔ یہاں نعمتیں اور مصیبتیں کچھ ملی جلی ہوتی ہیں۔ ہر چیز میں دونوں صلاحیتیں موجود ہیں۔ ایک چیز یا نعمت کا سبب بنتی ہے یا مصیبت کا۔ مثلاً کھانا پینا یہ اگر حدود سے تجاوز کر جائے تو مصیبت بن جاتا ہے۔ اگر حدود میں رہے تو نعمت ہے۔ جاہ و عزت، دولت اور سلطنت اگر حدود سے خارج ہو جائے تو نخوت اور فرعونیت ہو جاتی ہے۔ حدود کے اندر رہے تو اللہ کی نعمت ثابت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کے علم اور اس کی معرفت کو اگر صحیح طور پر استعمال نہ کیا جائے تو اس کے وبال کا ذریعہ بن جائیگی شریعت کی حدود کے اندر رہے تو اللہ کی رضا کا سبب ہو جائے گی۔ غرض اس جہان میں نعمتیں اور مصیبتیں ملی جلی ہیں۔ حق تعالیٰ نے نعمتوں کی حفاظت کے لئے شکر اور مصیبتوں کے مقابلہ کے لئے صبر کی تلقین فرمائی۔ اگر غور کیا جائے تو ہر چیز انسان کے حق میں رحمت ہے انسان اسے خود مصیبت بنا لیتا ہے۔ جن مصیبتوں کو ہم مصیبت کہتے ہیں۔ وہ درحقیقت انسان کے لئے نعمت ہیں۔

بھوک اور بیماری بھی نعمت ہے مفلسی اور ناداری بھی نعمت ہے۔ کیونکہ بیماری گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ اس سے گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے جس چیز کے ذریعہ پاکیزگی حاصل ہو۔ وہ مصیبت کس طرح ہو سکتی ہے۔ وہ تو نعمت ہوئی۔

بیماری میں قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے

حدیث شریف میں آتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَعُوْدُکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْہُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ عُدْتَّہٗ لَوَجَدْتَّنِیْ عِنْدَہٗ ۔ الحدیث (رواہ مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے میں بیمار ہوا۔ تو نے میری عیادت نہیں کی وہ کہے گا اے میرے پروردگار۔ تو تو رب العالمین ہے میں تیری عیادت کس طرح کرتا۔ فرمائے گا۔ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا۔ پس تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ کیا تمہیں علم نہیں تھا۔ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا۔ البتہ تو مجھے اس کے ہاں پاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیمار کو حق تعالیٰ کا انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے جو تندرستی میں حاصل نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ قرب دل کی شکستگی سے حاصل ہوتا ہے اور دل کی شکستگی کا ذریعہ مصیبت ہے۔ اگر مصیبت نہ آئے تو آدمی کا دل نہیں ٹوٹتا۔ اور جب تک دل نہ ٹوٹے گا۔ قرب خداوندی حاصل نہیں ہوگا مصیبتیں بھی دراصل نعمتیں ہیں۔

کانٹا چبھنے پر بھی نیکی

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو چھوٹی سے چھوٹی تکلیف پر بھی اجر دیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کسی نے اپنی جیب میں پیسہ ڈالا اور ضرورت کے وقت جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس شخص کو یہ محسوس ہوا کہ افسوس پیسہ گر گیا ہے۔ اتنی سی حسرت پر ایک نیکی دے دی جاتی ہے اور ایک بدی مٹا دی جاتی ہے۔ حالانکہ تھوڑی دیر کے بعد پیسہ مل گیا۔ غرضیکہ ادنیٰ سے ادنیٰ صدمے پر نیکی ملتی ہے اور بدی مٹتی ہے۔ بدی کا مٹنا نیکی کا لکھا جانا یہ بھی ایک درجہ ہے۔ غرضیکہ ہر مصیبت نعمت کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس سے مختلف درجات، اچھے ثمرات اور پاکیزگی اخلاق حاصل ہوتی ہے۔ اس کو کون مصیبت کہتا ہے۔

ایک واقعہ

میں نے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولانا تھانوی فرما رہے تھے کہ حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ دُنیا میں جو چیز بھی آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت بن کر آتی ہے۔ انسان خود ہی اس کو مصیبت بنا لیتا ہے۔ ورنہ وہاں سے تو نعمت بن کر چلتی ہے۔ بیماری۔ پریشانی قلب، بے چینی سب نعمتیں ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرما رہے تھے۔ کہ بعض نعمتیں وہ ہیں کہ صورت بھی نعمت کی ہے حقیقت میں بھی نعمت اور بعض نعمتیں وہ ہیں کہ صورت تو مصیبت کی ہے اور حقیقت میں نعمت ہیں۔ بیماری بھی اگر آئے تو وہ اللہ کا انعام ہے۔ یہ بیان ہو رہا تھا کہ ایک شخص مجلس میں ہائے ہائے کرتا ہوا۔ اس کے بازو میں ایک بہت بڑا دنبل نکلا ہوا تھا وہ بے چین و بے قرار ہائے ہائے کرتا ہوا آیا۔ عرض کیا حضرت! ایک ہفتہ گذر چکا ہے۔ کہ کسی آن بھی چین نہیں ملتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں بچھو ڈنک مار رہے ہیں۔ رات کو آنکھ تک نہیں لگتی۔ میرے حق میں دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اب حضرت کیا فرماتے ہیں۔ آپؒ فرما چکے ہیں۔ کہ مصیبتیں بھی نعمت ہیں۔ بیماری بھی نعمت ہے۔ اگر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی تکلیف کو زائل فرما دے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ اس سے یہ نعمت لے لے اور سلب نعمت کی دعا کرنا شفقت کی بات نہیں اگر یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ تکلیف تیری نعمت ہے اسے اور بڑھا دے۔ یہ بھی کوئی شفقت نہ ہوئی۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سوچا کہ اب حضرت گھر گئے ہیں۔ کوئی تاویل کر کے پیچھا چھڑائیں گے مگر اہل اللہ مصیبت میں نہیں گھبراتے۔ دعا کی!

...ندا یہ دنبل تیری بہت بڑی نعمت ہے یہ جو تُو نے ... بندے پر انعام فرمایا۔ اس میں جتنی زیادہ تو اسے ...ضعف دے اتنی ہی نعمت ہے۔ اس بندے کی نعمت ...ل تھی کہ یہ نعمت اسے ملے۔ اس کی ترقیٔ درجات ... یہ تیرا بہت بڑا انعام ہے جو تو نے اس بندے ...رزانی فرمایا ہے۔ لیکن اے اللہ یہ بندہ ضعیف ...۔ اس بیماری کی نعمت کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ تو اس ...ت کو صحت کی نعمت سے بدل دے جس کو یہ ...شت کر سکے۔ گویا اس کا نعمت ہونا بھی ثابت کر دیا ... اس کے ازالہ کی دُعا بھی کر دی صرف سلب نعمت کی ... بلکہ ایک نعمت کو دوسری نعمت سے بدل دینے ... دُعا کی، نعمت مرض کو نعمت صحت سے بدل دینے ... دُعا کی۔

نعمت کا تحمّل

ہر انسان میں ہر نعمت کے تحمّل کی طاقت نہیں ...۔ دولت ہو زیادہ ہو جائے۔ تو نخوت پیدا ہو جاتی ... اور انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے بعض وہ ...ان ہیں کہ اگر نادار رکھے جائیں تو ان کے کفر کا خطرہ ... ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ ...الفقر اَنْ یَّكُوْنَ كُفْراً۔ یہ تو طبیب ہی جانتا ہے ...کا مزاج کیسا ہے اور کس طرح اس کا علاج کیا جائے ... بلکہ نعمت بھی درحقیقت نعمت ہے اور مصیبت ...نعمت ہے۔ مگر ہر نعمت کے تحمّل کی صلاحیت ہر ...میں نہیں ہوتی۔ بعض بیماری کی نعمت کا تحمّل کر سکتے ...ور بعض صحّت کی نعمت کا۔ یہ حق تعالیٰ جانتے ہیں ...سی نعمت کس کے حق میں نعمت ہے مصیبت اور ... ابتلا کی چیز ہے۔ بعض وجوہ سے وہی نعمت مصیبت ...تی ہے۔ اگر ایک چیز کو مصیبت نہ بنایا جائے ...نعمت ہی بنائی ہے ہی۔

مصائب انسان کے فائدے کیلئے ہیں

انسان کی گردن مصیبت کے بغیر نہیں جھکتی۔ اس لئے ...ب کا سلسلہ ڈالتے ہیں۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ...تے ہیں:۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ ...یُّنَزِّلُ) بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ (سورۃ الشوریٰ رکوع ۶ پ ۲۵)

(ترجمہ) اور اگر اللہ اپنے بندوں کی روزی کشادہ کر دے ... سرکشی کرنے لگیں۔ لیکن وہ ایک اندازہ سے ... ہے جتنی چاہتا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ مصائب انسان کے نفع ...لئے ہیں۔

فرعون کا واقعہ

کہتے ہیں کہ فرعون کی عمر چار سو سال کی تھی اس نے ...مر کوئی مصیبت نہیں دیکھی۔ نہ کبھی بیماری آئی۔ نہ کبھی دکھ دیکھا۔ سلطنت، اقتدار اور دولت ہاتھ میں تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپے سے باہر ہو گیا اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگا۔ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (سورہ النّٰزِعٰت پ ۳۰)

(ترجمہ) پھر کہا میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔ موسیٰؑ نے وعظ اور نصیحتیں فرمائیں۔ ترغیب اور ترہیب فرمائی۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ فرعونیت اور نخوت ہی بڑھتی رہی۔ بالآخر عذاب آیا۔ بحیرہ قلزم میں غرق ہونے لگا تو فوراً کہتا ہے کہ میں ایمان لایا۔ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے پروردگار پر۔

قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ الآیہ (سورہ یونس رکوع ۹، پ ۱۱)

(ترجمہ) کہا کہ میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں)

چار سو سال کی نعمتوں پر تو ایمان لانے کی نہ سوجھی۔ ایک تھپیڑ لگا۔ تو فوراً خدا یاد آنے لگا۔

انسان کی جبلّت

انسان کی جبلّت یہ ہے کہ جب تک کہ مصیبتوں میں مبتلا نہ کیا جائے مصیبتوں کی بھٹی میں نہ ڈالا جائے۔ اُس وقت تک ہوش ٹھکانے نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو نعمتیں دیتے ہیں، جبتک نعمتوں کا صحیح استعمال کرتا رہتا ہے نعمتوں میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ جب نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے تو چھین لیتے ہیں۔ جسے دینا آتا ہے اُسے چھین لینا بھی آتا ہے۔ گویا نعمت دینا اور نعمت سلب کر لینا دونوں میں مصلحتیں ہیں۔ مصائب میں انسان جلدی جھکتا ہے۔

شکر میں ترقی زیادہ ہے یا صبر میں

علمائے کرام میں اختلاف ہے کہ انسان کی ترقی شکر میں زیادہ ہے یا صبر میں؟ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ صبر میں زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ شکر پر بڑے سے بڑا یہ صلہ دیا گیا۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (سورہ ابراہیم رکوع ۲ پ ۱۳)

(ترجمہ، البتہ اگر تم شکر گذاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا)

اور صبر کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (سورہ الزمر رکوع ۲، پ ۲۳)

(ترجمہ) بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا)

جتنی ترقیات صبر پر مرتب ہوتی ہیں۔ اتنی شکر پر نہیں ہوتیں۔ روحانی ترقی صبر میں زیادہ ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نعمتوں ہی نعمتوں کی بارش کر دے تو سارے انسان باغی ہو جائیں اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ۔ اس کو بغاوت سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مصائب کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ تاکہ اس کی گردن جھک جائے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ مصیبت سے کوئی مستثنےٰ نہیں۔ اس سے کوئی گھر خالی نہیں۔ مصیبت سے قلب میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ سینکڑوں مجاہدوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔

جب مصیبت بھی نعمت ہوئی اور نعمت تو نعمت ہے ہی۔ تو گویا نعمتوں کا غلبہ ہوا۔ چونکہ نعمتیں غالب ہیں لہٰذا حمد و ثنا کا غلبہ ہونا چاہیئے۔ اسی لئے حمد و ثناء کو اولیٰ رکھا گیا اور مصائب سے پناہ ڈھونڈنے کو ثانوی درجہ دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی ابتداء الحمد للہ سے کی گئی ہے۔ اور انتہا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پر فرمائی گئی۔ گویا بتلا دیا کہ نعمتیں غالب ہیں۔ اس لئے حمد و ثنا کو غالب رکھا گیا ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر حمد و ثنا کا غلبہ تھا اور نبی پر جو شان غالب ہوتی ہے اسی کے مطابق وہ اُمت کی تربیت فرماتے ہیں۔ اسی لئے اُمّت محمدیہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر جتنا غلبہ حمد و ثناء کا ہے دُنیا کی کسی اُمّت پر نہیں ہے۔ ایک مسلمان کو جتنا ملتا ہے فوراً کہتا ہے۔ اے اللہ! تیرا شکر ہے۔ میں تو اس قابل نہیں تھا۔ حمد و ثناء کے الفاظ بندے بندے کی زبان پر ہیں۔ اسی واسطے قیامت کے دن جہاں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ میں لواء الحمد ہو گا، جہاں حضوؐر مقام محمود پر تشریف فرما ہوں گے وہاں آپؐ کی اُمّت کا لقب بھی حَمّادُوْن یعنی بہت حمد کرنے والے ہو گا۔ گویا ساری اُمتوں میں یہ اُمّت حمد و ثنا کی وجہ سے ممتاز ہو گی۔ قرآن مجید میں گویا فطرتاً یہ چیز پیدا کر دی گئی کہ جو اس کو پڑھیں گے۔ ان کے اندر ہر چیز سے اوّل اور اقدم حمد و ثنا ہو گی۔ بیماری بھی آئے تب بھی حمد و ثناء کا پہلو موجود ہے۔ مفلسی اور ناداری ہو۔ تو بھی حمد و ثناء کا پہلو موجود ہے۔ اس لئے وہ بھی نعمت بن گئی۔

ہر مصیبت میں شکر کا موقع

کوئی مصیبت ایسی نہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے شکر کا موقع نہ دیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نعمتوں کی طرح مصیبتیں بھی لامحدود ہیں۔ جو مصیبت بھی آئے گی۔ اس سے بڑی مصیبت بھی تو موجود ہو گی۔ مصیبت میں شکر کرنے کا موقع یہ ہوا کہ اس سے بڑھ کر بھی تو مصیبت آسکتی تھی۔ گویا کوئی مصیبت ایسی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے شکر کا موقعہ نہ دیا ہو۔

ایک عبرتناک کہانی

میرے والد صاحبؒ نے بطور عبرت ایک حکائت سنائی کہ ایک شخص کے دو جُڑواں بچے پیدا ہوئے اور وہ بھی اس طرح کہ دونوں کی کمریں جُڑی ہوئی تھیں۔ ایک کا منہ اِدھر کو اور دوسرے کا اُدھر کو۔ گردن سے۔ لے کر پوری ریڑھ کی ہڈی جُڑی ہوئی۔ ڈاکٹروں کو دکھلایا گیا۔ تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اگر اپریشن کر کے ان دونوں کو الگ الگ کیا گیا، تو دونوں مر جائیں گے چنانچہ اپریشن کا خیال ترک کر دیا گیا۔

جب وہ پانچ چھ سال کے ہوئے تو اُن کو پڑھنے بٹھلایا گیا۔ اللہ کی قدرت، ایک کے دل میں علوم دین سیکھنے

کا جذبہ پیدا ہوا اور دوسرے کے دل میں علوم دنیا کا شوق پیدا ہوا۔ اس لئے دو قسم کے اُستاد جمع کئے گئے۔ ایک عالم دین اور دوسرا گریجوایٹ بن گیا۔ گریجوایٹ اکثر یوں کہتا کہ بھائی ہم سے زیادہ مصیبت میں کوئی نہیں۔ اس واسطے کہ ہم اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ میں اگر تفریح کے لئے جانا چاہوں اور آپ سونا چاہیں تو ہم میں سے ایک کو اپنی خواہش پامال کرنی پڑے گی۔ یا تمہیں تفریح کے لئے جانا پڑے گا یا مجھے سونا پڑے گا۔ دیندار بھائی جواب دیتا۔ کہ بھائی جان! ایسا نہ کہیئے ہمیں شکر کرنا چاہیئے کہ اتنے پہ ہی کتھا ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر بھی تو مصیبت آسکتی تھی۔ دونوں بھائیوں میں اسی طرح جھگڑا ہوتا رہتا۔ ایک صبر کی تلقین کرتا اور دوسرا کہتا۔ اس سے زیادہ کیا مصیبت آسکتی ہے۔ اللہ کی قدرت دیندار بھائی کا انتقال ہو گیا۔ اب یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ اس لاش کو کاٹا جائے یا نہ کاٹا جائے۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ اگر لاش کاٹ دی گئی تو دوسرا بھی مر جائے گا۔ اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے۔ تھوڑے عرصہ بعد لاش سے بدبو آنے لگی۔ اب اس کو احساس ہوا کہ میرا بھائی ٹھیک کہتا تھا۔ کہ اس سے بھی بڑی مصیبت آسکتی ہے۔ اب اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا شروع کیا۔ کہ اس پہ ہی بس ہو گئی۔ اس سے بھی بڑھ کر مصیبت آسکتی تھی۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کا ارشاد

سیدنا فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی پر کوئی مصیبت آئے تو اُسے چاہیئے کہ شکر ادا کرے اور غور کرے کہ میرے دین پر مصیبت آئی ہے یا دنیا پر۔ اگر دنیا پر آئی ہے تو شکر کرے کہ میرا دین تو محفوظ ہے۔ اور دنیا کے متعلق یوں شکر کرے اتنی ہی آئی ہے۔ اس سے بڑھ کر بھی آسکتی ہے۔ اس کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ اس مصیبت سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اور ترقی درجات ہوتی ہے۔ اس میں شکر کا موقع یہ ہے کہ یہ میری ترقی کا ذریعہ بنی۔ اگر یہ نہ آتی تو یہ روحانی درجے نہ ملتے جو مصیبت کے آنے کے بعد ملے ہیں۔

ہر مصیبت میں شکر کے تین موقعے نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ دین پر نہیں آئی۔ دنیا پر آئی ہے اور دین محفوظ رہا ہے یہ پہلا موقعہ ہے۔ دنیا پر جتنی آئی ہے اس پر ہی بس ہو گئی۔ اس سے بڑھ کر نہیں آئی۔ یہ دوسرا موقع ہے۔ جتنی بھی آئی وہ گناہ کے کفارہ ترقی درجات اور اخلاقی قوت کے پیدا ہونے کا ذریعہ بن گئی ہے۔ یہ تیسرا موقع ہے۔ اس طرح مصیبت درحقیقت مصیبت نہ رہی، بلکہ نعمت بن گئی۔ اس لئے انسان کی زندگی پر حمد و ثناء کا غلبہ ہونا چاہیئے۔

حمد اور معوذتین

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سورۃ الفاتحہ رکھ دی ہے۔ جس کی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے ہوتی ہے اور آخر میں معوذتین رکھ دیں جو مصیبتوں سے پناہ مانگنے کے لئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ہر کام کی ابتداء حمد اور شکر سے کرنی چاہیئے تاکہ اس کی رحمت میں اضافہ ہو۔ اگر کسی کام کے کرنے میں کمزوری محسوس کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو۔ انسان کی زندگی میں دونوں چیزیں رہنی چاہئیں۔ حمد و ثناء اور تعوذ اور پناہ ڈھونڈنا۔ سورۃ الفاتحہ کا انتخاب میں نے اس لئے کیا کہ انسان کی پوری زندگی میں یہ دونوں چیزیں حاوی ہوتی ہیں۔ گویا نعمتوں اور مصیبتوں کا ذکر کرنے سے پورے قرآن مجید کی تفسیر کی طرف اشارہ ہو گیا کہ یہ ابتداء ہے اور یہ انتہاء۔

سورۃ الفاتحہ کا پڑھ دینا گویا کہ پورے قرآن کا پڑھ دینا اور اس کی تفسیر کر دینا ہے۔ اس میں سے ایک بات بطور موعظہ نکلتی ہے کہ اگر کسی میں ہمت نہ ہو سارے حمد کے صیغے ادا اور ساری دعائیں یاد کرنے کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کی کی ہیں یا ساری تعوذ اور پناہ کی دعائیں یاد کرنے کی تو سورۃ الفاتحہ اور معوذتین رات کو سوتے وقت اور صبح کو اُٹھتے وقت دونوں پڑھ لیا کرے تو دونوں کا حق ادا ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ سوتے وقت تین تین مرتبہ معوذتین پڑھ کر اپنے ہاتھ پورے بدن پر پھیر دے۔ جتنی بھی آفات ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ پناہ دیں گے۔ اور صبح کی نماز کے بعد اکہتر یا سو مرتبہ سورۃ الفاتحہ پڑھ لے تو اُس دن میں جتنی حمد و ثناء ہو سکتی تھی۔ اس کا حق ادا ہو جائے گا۔

شکر اور صبر کی عبادت

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ایک نعمتوں کا سلسلہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے شکر کی عبادت رکھی اور دوسرا مصیبتوں کا سلسلہ ہے اس پر حق تعالیٰ نے صبر اور تعوذ (پناہ جوئی) کی عبادت رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ میں دونوں عبادتیں انتہائی طور پر پائی جاتی ہیں۔ آپ کی حمد و ثنا کو دیکھا جائے تو دنیا میں اتنی حمد و ثنا کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ آپ کا کوئی لمحہ حمد و ثناء سے خالی نہیں ہوتا اور کوئی حرکت حمد و شکر سے خالی نہیں ہوتی۔ کھانا تناول فرماتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ

(ترجمہ) حمد ہے اُس اللہ تعالیٰ کی جس نے مجھے کھلایا اور پلایا)

لباس پہنتے ہیں تو فرماتے ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ۔

(ترجمہ) حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے لباس پہنایا۔ اور بلا میری طاقت کے خرچ کئے محض اپنے فضل سے رزق عطا کیا)

دوستوں سے مصافحہ کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:۔

نَحْمَدُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَنَسْتَغْفِرُہٗ۔

(ترجمہ) ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مغفرت چاہتے ہیں۔)

بازار تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں استغفار، دعا اور حمد و ثنا فرماتے ہیں۔ اسی طرح استنجا کر کے واپس تشریف لاتے ہیں تو فرماتے ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی۔

(ترجمہ) حمد ہے اُس اللہ کی جس نے ہم سے اذیت کے اسباب دور کر دئیے)

مسجد میں داخل ہوتے ہیں۔ تو پھر حمد و ثنا الحمد للہ کہہ کر مسجد میں قدم رکھتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں تو بسم اللہ و الحمد للہ فرماتے ہیں۔ سونے کے لئے لیٹتے ہیں۔ تو حمد و ثنا کرتے ہیں۔ جاگتے ہیں تو فرماتے ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

(ترجمہ) حمد ہے اُس اللہ کے لئے جس نے مرنے کے بعد ہمیں پھر زندہ کیا اور ہم نے اسی کی طرف اٹھنا ہے)

غرضیکہ کھانے پر حمد، پینے پر حمد، سونے پر حمد، سونے کے بعد جاگنے پر حمد، مصافحہ پر حمد، لباس پہننے پر حمد و ثناء گھر میں داخل ہوں تو حمد و ثناء۔ باہر نکلیں تو حمد و ثناء۔ کوئی موقعہ کوئی نقل و حرکت ایسی نہیں جس میں حمد و ثناء نہ فرمائی ہو اور اتنے حمد و ثناء کے انواع تعلیم فرمائے ہیں کہ کسی قوم، کسی مذہب، کسی آسمانی کتاب میں مطلق نہیں ملتے۔

جس طرح سے شریعت میں حضورؐ کی قسم قسم کی حمد ہے اس کی نظیر دوسری کسی جگہ نہیں ملتی۔ آپؐ فقط حامد ہی نہیں بلکہ سید الحامدین ہیں۔ اتنی حمد و ثناء کرنے والا اور کوئی بندہ پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے آپؐ کا نام احمدؐ رکھا گیا۔ جس کے معنی ہیں بہت حمد و ثنا کرنے والا۔

حضورِ انورؐ کے محامد

حق تعالیٰ نے بھی جتنے محامد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمائے ہیں۔ اتنے کسی اور کے بیان نہیں فرمائے۔ حتیٰ کہ آپ کا نام بھی محمدؐ رکھ دیا گیا۔ جس کے معنے ہیں حمد کیا گیا۔ آپؐ اپنے فعل کے لحاظ سے احمدؐ ہیں کہ آپؐ سے زیادہ حمد کرنے والا بھی کوئی نہیں پیدا کیا گیا۔ آپؐ اپنے حمد کئے جانے کی وجہ سے محمدؐ ہیں کہ آج تک اللہ کی طرف سے اور اُس کے بندوں کی طرف سے عالم میں کسی کی اتنی حمد نہیں کی گئی جتنی آپؐ کی کی گئی ہے۔ گویا آپؐ سراپا حمد و ثنا سے لبریز ہیں۔ اس لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن آپؐ کو جو مقام عطا فرمایا جائے گا۔ اُس کا نام مقام محمود ہے یعنی حمد والا مقام آپؐ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن مقام محمود پر پہنچ کر میں اللہ تعالیٰ کی اتنی حمد و ثنا کروں گا اور ایسی عجیب و غریب حمد و ثنا کروں گا۔ کہ آج تک کسی نے نہیں کی ہو گی۔ اور نہ کوئی کریگا۔

اور فرماتے ہیں کہ میرے علم میں بھی وہ اس وقت نہیں ہے، اُس وقت حق تعالیٰ میرے قلب میں ڈالیں گے۔ آپؐ کے جس جھنڈے کے نیچے قیامت کے دن تمام بنی آدم جمع ہوں گے۔ اُس جھنڈے کا نام حدیث شریف میں لواء الحمد فرمایا گیا ہے:۔

وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمَ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ الحدیث۔

باقی صفحہ ۱۹ پر

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

(ایم عبدالرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی۔اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

اے لوگو! خوب سمجھ لو کل سلطنت و عزت کا اصلی مالک خداوندِ قدوس ہے۔ اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہے دے۔ اور جس سے چاہے سلب کرلے۔ کیا یہ امکان نہیں ہے کہ روم و فارس کی سلطنتیں اور عزّتیں چھین کر مسلمانوں کو دیدی جائیں۔ بلکہ وعدہ ہے کہ ضرور دی جائیں گی۔ آج مسلمانوں کی موجودہ بے سروسامانی اور دشمنوں کی طاقت دیکھتے ہوئے بیشک یہ چیز تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی لئے یہود منافقین مذاق اُڑاتے تھے کہ قریش کے حملہ سے ڈر کر مدینہ کے گرد خندق کھودنے والے مسلمان قیصرو کسریٰ کے تاج و تخت پر قبضہ پانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر حق تعالےٰ نے چندہی سال میں دکھلا دیا کہ روم و فارس کے رجن خزانوں کی کنجیاں اُس نے اپنے پیغمبرؐ کے ہاتھ میں دی تھیں۔ فاروقِ اعظمؓ کے زمانہ میں وہ کس طرح مجاہدینِ اسلام کے درمیان تقسیم ہُوئے۔ اصل یہ ہے کہ یہ مادی سلطنت و عزّت کیا چیز ہے۔ جب خداوندقادر وحکیم نے روحانی سلطنت و عزت کا آخری مقام یعنی منصب نبوّت و رسالت بنی اسرائیل سے منتقل کرکے بنی اسمٰعیل میں پہنچا دیا تو روم وعجم کی ظاہری سلطنت کا عرب کے خانہ بدوشوں کی طرف منتقل کر دینا کیا بعید ہے۔

(قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝) پ۳ ع ۱۱

ترجمہ۔ تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے،
تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور
سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے
اور عزّت دیوے جس کو چاہے اور
ذلیل کرے جس کو چاہے۔ تیرے ہاتھ
میں سب خوبی ہے۔ بے شک تو ہر
چیز پر قادر ہے۔

یہ دُعا ایک طرح کی پیشگوئی تھی۔ کہ عنقریب دُنیا کی کایا پلٹ ہونے والی ہے جو قوم دُنیا سے الگ تھلگ پڑی تھی۔ عزتوں اور سلطنتوں کی مالک ہو گی۔ اور جو بادشاہت کر رہے تھے ان کو اپنی بداعمالیوں کی بدولت پستی و ذلت کے غار میں گرایا جائے گا۔

منافق لوگ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور ان کا یہ خیال کہ کافروں کے پاس بیٹھ کر ہم کو دُنیا میں عزّت ملے گی۔ خلاصہ یہ ہُوا کہ ایسے لوگ دُنیا و آخرت دونوں میں ذلیل و خوار رہیں گے۔

(مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ)
پ ۲۲ ع ۱۴

ترجمہ۔ جس کو چاہیئے عزّت، تو اللہ
کے لئے ہے ساری عزّت۔

یعنی جو شخص دُنیا و آخرت کی عزّت چاہے اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ سے طلب کرے کہ عزیزِ مطلق تو وہ ہے اُسی کی فرمانبرداری اور یادگاری سے اصلی عزّت میسّر آتی ہے۔ تمام عزّتوں کا مالک وُہی اکیلا ہے۔ جس کسی کو عزّت ملی یا ملیگی اسی کے خزانہ سے ملی ہے یا ملے گی۔

بہت سے لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفّار سے دوستی کرتے تھے۔ کہ اس فعل سے اُن کی عزّت بنی رہے گی۔

(وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُھُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ ھُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝) پ۱۱ ع ۱۲

ترجمہ۔ اور رنج مت کر اُن کی بات
سے۔ اصل میں سب زور اللہ کے
لئے ہے۔ وُہی ہے سُننے والا اور
جاننے والا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دی جاتی ہے کہ آپ احمقوں اور شریروں کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ غلبہ اور زور سب خدا کے لئے ہے۔ وہ اپنے زورِ تائید سے حق کو غالب و منصور اور مخالفین کو ذلیل و رسوا کرکے چھوڑے گا وُہ اُن کی سب باتیں سُنتا اور سب حالات جانتا ہے۔

(وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝) پ۲۸ ع ۱۳

ماحاصل مطلب یہ ہے سب عزت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو اس کی اطاعت کرے گا اس کو عزت ملے گی۔

ترجمہ۔ اور زور تو اللہ کا ہے اور
اُس کے رسولؐ کا اور ایمان والوں کا لیکن
منافق نہیں جانتے۔

یعنی منافق یہ نہیں جانتے کہ زور آور او عزّت والا کون ہے۔ یاد رکھو اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ کی ہے۔ اس کے بعد اُسی سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسولؐ کی اور ایمان والوں کی۔ منافق کہتے تھے کہ جب ہم مدینہ کو پھر گئے تو نکال دے گا جس کا زور ہے وہاں سے کمزور لوگوں کو، اور زور تو اللہ کا ہے اور اُس کے رسولؐ کا ہے اور ایمان والوں کا۔ لیکن منافق نہیں جانتے۔

روایات میں ہے کہ عبداللہ ابنِ اُبیّ کے وہ الفاظ (کہ عزّت والا ذلیل کو نکال دے گا) جب اُس کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عبداللہ کو پہنچے (جو مخلص مسلمان تھے) تو باپ کے سامنے تلوار لے کر کھڑے ہوگئے بولے جب تک اقرار نہ کرلے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عزّت والے ہیں اور تو ذلیل ہے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اور نہ مدینہ میں گھسنے دُوں گا۔ آخر اقرار کراکر چھوڑا۔

(سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝)
پ ۲۳ ع ۹

ترجمہ۔ پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ
پروردگار عزّت والا پاک ہے اُن
باتوں سے جو بیان کرتے ہیں۔

اللہ کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے۔ سب خوبیاں اسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور انبیاء و رُسل پر اُس کی طرف سے سلام آتا ہے جو ان کی عظمت و عصمت اور سالم و منصور ہونے کی دلیل ہے۔

عاقل کے لئے تین باتوں کی معرفت اور علم، اعلیٰ درجہ کا مقام ھے

(۱) خُدا تعالےٰ اور اس کی صفات کا جاننا۔ صفات تین قسم کی ہیں۔ اوّل تمام عیوب و نقائص سے اس کو پاک جاننا۔ (۲) اُس کے لائق صفات الوہیہ سے واقف ہونا۔ ربوبیّت حکمت و رحمت علم وقدرت پر دلالت کرتی ہے۔ اور عزت کمال قدرت و جبروت پر (۳) یہ کہ وہ اپنی خدائی میں شریک ہونے سے پاک ہے۔

مُنکرین قیامت کا انکار دُنیا کے عیش و نشاط کی مستی سے کرتے تھے اور اسی عالم کو راحت و رنج کا اصلی مقام جانتے تھے۔

اور اپنی دُنیاوی کامیابی کو خدا کی خوشنودی کا باعث جانتے تھے ۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر مہربانی کرتا ہے ۔ اس لئے دُنیا میں ہر نیک و بد کو روزی دیتا ہے ۔ نہ یہ اس کی رضامندی کی دلیل ہے نہ اس بات کی کہ یہی جہان مقامِ اصلی ہے دشمن کو باوجود ناراضی کے کھانا پینا قید میں دیدیا کرتے ہیں ۔ پھر کیا یہ رضامندی کی دلیل ہوسکتی ہے ۔ اور صرف وہ لطیف ہی نہیں کہ سرکشوں بدکاروں کو سزا دینے پر قادر نہ ہو ۔ بلکہ وَ ہُوَ القَوِیُّ العَزِیزُ ۔ قوّت والا زبردست بھی ہے ۔ اللہ کی صفتِ لطف و قوت کا یہی مقتضا ہے ۔ کہ وہ اپنی مہربانی سے دارِ آخرت میں نیکوں کو رزق و سرورِ ابدی عطا کرے ۔ اور بدکاروں، شریروں اور ظالموں سے قوت جبروت کے ساتھ پیش آئے ۔

اِنَّ القُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیعًا

(مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیزٌ ٥) پ ۱۷ ع ۱۷

ترجمہ انہوں نے اللہ کی جیسا کہ چاہئے تھا کچھ بھی قدر نہ کی ۔ اللہ تو بڑا قوی زبردست ہے ۔

اللہ قوی اور ہر بات پر قادر ہے ۔ پھر بندو! کو کیا مصیبت ہے جو اس کے سوا اوروں کے پاس جاتے ہیں ۔ کیا وُہ کافی نہیں یا اور کوئی اس سے زیادہ قادر ہے جس کو پکارا اور اس سے مدد چاہنا جائز ہے ۔ اُس کو قدرت تو ہونی چاہیئے ۔ اور وہ خالق بھی ہو ۔ اور خُدا کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وُہ سب حیوانات میں کم مرتبہ مکھی ہے ۔ اُس کو تو بنا ہی نہیں سکتے ۔ اگر وہ سب بھی جمع ہوکر پیدا کریں تو نہیں کرسکتے دوسری بات اس سے بھی کمتر ہے ۔ اگر مکھی ان سے کوئی چیز اُڑالے تو اس سے چھین بھی نہیں سکتے ۔

کیا یہ سچ نہیں کہ اَلحُرِّیَّۃُ فِی المُسلِم ۔ اَلقُوَّۃُ لِلّٰہِ جَمِیعًا ۔ یہ صرف اسلام کا ہی سبق ہے ۔ اسی لئے مسلمان فطرتاً خوددار ہے ۔ کیا یہ سچ نہیں ہے ۔ کہ مسلمان مذہباً حُر اور آزاد ہے ۔ کہ خالقِ عالم، خدائے برتر کے سوا کسی کو خُدا نہیں سمجھتا، خدا تعالیٰ کے سوا کسی کے نزدیک عبادت کے لئے نہیں جھکتا ۔ قادرِ مطلق کے سوا کسی کو اُمیدوں کا پُورا کرنے والا ۔ تمنّاؤں اور مُرادوں کا بر لانے والا، کامیابیوں اور فتحیابیوں سے کامیاب و فتحیاب بنانے والا نہیں سمجھتا ۔

دُنیا میں جب کبھی کسی بنی آدم نے اصلاحِ حیات کی کوئی منزل طے کی، جب کبھی انسان نے ترقی کے زینہ پر قدم رکھا ہے جب اپنی تمنّاؤں اور مرادوں کو پایا ہے ۔ جب اپنی حسرتیں نکالی ہیں جب اپنے دامنِ مُراد کو گلِ مقصود سے بھرا ہے ۔ تب اُسی قادرِ مطلق کی تعلیم کی برکت سے دُنیا میں چمکے اور عزّت و عظمت حاصل کی اور جو اُس کی رہنمائی میں آگیا ۔ اور جس نے اُس کی تعلیم کو مشعلِ راہ بنایا ۔ پھر اُس کے لئے ضلالت و گمراہی کہاں؟ سلطنت و دولت، عروج و نزول، عزّت و ذلّت کسی کی موروثی نہیں، جس کو چاہے خدائے قادر دے ۔ اور جس سے چاہے چھین لے ۔ یہ سلطنت و عزّت عنقریب گروہِ خدا پرست اسلام کو دی جائیگی ۔ اور بنی اسرائیل سے چھین لی جائیگی ۔ جو کہ دُنیا اور اس کے اسباب پر مغرور تھے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبب اُن کے فقر و افلاس کے بچشمِ حقارت دیکھتے تھے ۔ اور نیز یہود کو اپنے خاندانِ اسرائیلی پر بڑا فخر تھا ۔ اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ نبی آخر الزمان جو مبعوث ہوگا تو اسی انبیائے خاندان میں سے ہوگا ۔ نہ عرب کے جاہلوں مشرکوں میں سے ۔

عزّت و آبرو اللہ ہی کے ہاتھ ہے

اس نے بڑے بڑے مشرکوں کو خاک میں ملایا ہے ۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے وُہی رات دن کو گردش دے رہا ہے ۔ پھر اور کون ہے ۔ کہ جس کے اختیار میں عزّت و ذلّت ہو اور اس کے ضمن میں یہ بھی جتلاتا ہے کہ ہم ہی آسمانوں اور زمین کی چیزوں کے مالک اور غنی ہیں ۔ کسی کے کسی بات میں محتاج نہیں اور خالقِ لیل و نہار بھی ہم ہی ہیں ۔

مشرکین اپنے بُتوں کو اس لئے بھی پوجتے ہیں کہ عزّت و حرمت حاصل ہو ۔ یعنی ہر بات میں اُن کی پرستش سے کامیاب رہیں ۔ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو عزّت کا طالب ہے تو عزّت بھی اللہ تعالےٰ ہی کے ہاں ہر طرح کی موجود ہے ۔ پھر اس عزّت حاصل کرنے کی ترکیب بتلاتا ہے ۔ یعنی کلمۂ توحید و تمجید، تہلیل امر بالمعروف نہی عن المنکر اللہ کی طرف بلند ہوکر جاتے ہیں یعنی مقبول ہوتے ہیں ۔ اور عزّت حاصل کرتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے بندہ کی بھی عزّت ہوتی ہے یعنی نیک بات سے انسان کا بول بالا ہوتا ہے ۔ اور نیک کام بندہ کو بلند مرتبہ کرتا ہے ۔ یا یہ معنی کہ نیک کام سے کلمۂ طیبہ بلند ہوتا ہے ۔ کوئی نیک بات بغیر نیک کام کے مقبول نہیں ہوتی ۔ زبانی جمع خرچ کچھ کام نہیں آتا ۔

منافق یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو ۔ یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اُن کا یہ کہنا محض جہالت ہے ۔ کیونکہ آسمانوں اور زمین کے سب خزانے اللہ ہی کے ہیں ۔ لیکن منافقین سمجھتے نہیں کہ رزق کا مدار اہلِ شہر کے نفقات کو سمجھتے ہیں ۔ اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں ۔ کہ اگر ہم اب [illegible] میں لوٹ کر جائیں گے تو عزّت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا ۔ یعنی ہم ان مسافر پردیسیوں کو نکال باہر کر دیں گے ۔ اور اس قول میں جو اپنے کو عزّت والا اور مسلمانوں کو ذلت والا کہتے ہیں یہ محض جہالت ہے ۔ بلکہ بالذات اللہ ہی کی عزّت ہے اور اس کے رسول کی بواسطہ تعلق مع اللہ کے اور مسلمانوں کی بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے ۔ لیکن منافقین جانتے نہیں بلکہ مناطِ عزّت امورِ فانیہ کو سمجھتے ہیں ۔

(وَلَو یَرَی الَّذِینَ ظَلَمُوا اِذ یَرَونَ العَذَابَ ۙ اَنَّ القُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰہَ شَدِیدُ العَذَابِ)

پارہ ۲ رکوع ۴

(ترجمہ ۔ اور کاش ظالموں کو آج معلوم ہو جائے جیسا [illegible] معلوم ہوگا جبکہ عذاب دیکھیں گے ۔ کہ سب قوت اللہ ہی کے لئے ہے ۔ اور یہ کہ اللہ کا عذاب سخت تر ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ وہ کافر جو غیر اللہ سے محبت اور پرستش کرتے ہیں ۔ اور یہ اُمید رکھتے ہیں کہ ان کے معبود مصیبت کے وقت اُن کے کام آئیں گے تو اُن کا یہ خیال غلط ہے ۔ اگرچہ محبت کا تقاضا یہی ہے ۔ کہ مصیبت کے وقت محبوب محب کے کام آئے ۔ کیونکہ قیامت کے دن جب یہ باطل کوش لوگ عذابِ الٰہی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

حلقۂ احباب

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب انگر بی۔ اے۔ بی ٹی گھڑیال کلاں)

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین مورخہ ۷ نومبر ۱۹۵۸ء

قسط نمبر ۹

(ہم مولوی عبدالرشید کی فطری وسیع النظری، حسنِ خلق، ناصحانہ اندازِ بیان اور قرآن فہمی کی کئی اور جگہ پر بھی تعریف کر چکے ہیں۔ اس موقع پر ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کے حلقۂ اثر کے متعلق بھی عرض کرتے جائیں۔ جو کہ درحقیقت چند سابقہ صحبتوں کا ملخص سمجھا جائے گا۔ ہم نے جاوید کو کلیتہً دہریہ دیکھا۔ مگر عبدالرشید کی مدلل گفتگو کے سامنے اُن کو اکثر بغلیں جھانکنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اور آخرکار اسلامی حقائق کا اعتراف کئے ہی بن پڑتی۔ سعید اور اس کے باقی ساتھی جنھوں نے اپنی زندگیوں کا مقصود بالذات لہو و لعب اور عیش و طرب ہی سمجھ رکھا تھا۔ اسلامی نظریات کی سنجیدگی سے دن بدن متاثر ہو رہے ہیں۔ معاشرے میں جہاں بے دینی اور بے حیائی کو دیکھ کر ان کے دل میں فحاشی کی تائید میں جذبات پیدا ہوتے تھے۔ وہاں ان کے دل و دماغ میں یہ بے بدل حقیقت راسخ کی جا رہی ہے کہ سنیما اور مخلوط تعلیم جیسی مخرب الاخلاق رائج الوقت چیزوں سے بے غیرتی اور انسانیت سوز فضا پیدا ہوتی ہے۔ عورت کا فطری مقام گھر کی چار دیواری میں رہ کر "محسنۂ کائنات" بن کر تربیتِ اولاد ہے۔ اس کی زندگی کو قید و بند سے تعبیر کرنا کھلی ہوئی نادانی ہے۔ اگر ایک سُنار اپنی دکان میں ایک درزی اپنے چھوٹے سے کمرے میں۔ لوہار اور بڑھئی اپنے چھپر کے نیچے۔ سکول ماسٹر اپنے کلاس کے کمرے میں۔ جج اپنی عدالت میں آزاد سمجھا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ عورت اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے کھلے صحن میں بیٹھ کر چار پانچ کمروں کے اندر باہر اور اُن کی چھتوں پر رات دن چکر کاٹتی ہوئی۔ اپنے پڑوس میں بلکہ محلے میں بیماروں کی عیادت کرتی اور باقی ضروری امورِ خانہ داری میں کبھی کبھار ہمسایہ گھروں میں پھرتی ہوئی قیدی سمجھی جائے۔ یہ لایعنی فتوےٰ ہے۔ یہ مغرب پرستی کا بیہودہ اور شریعتِ بیضا کے اخلاق آموز احکام سے عدمِ واقفیت کا جاہلانہ مظاہرہ ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے میں شرم و حیا کے انوار پیدا کرے)

(اگلے دن مولوی عبدالرشید اقبال مرحوم کی چند کتابیں بغل میں دبائے ہوئے تشریف لائے۔ اور حاضرین نے کل والی فرمائش کا اعادہ کیا۔ عبدالرشید نے چند اشعار پیش کئے۔ جن سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے اگرچہ مولوی صاحب کا اندازِ بیان قدرے عالمانہ تھا۔ مگر اہلِ محفل میں علم دوست احباب بڑے لطف اندوز ہوئے)

تمام حاضرین۔ جناب مولوی صاحب۔ آج آپ اپنی گفتگو کا آغاز علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے عارفانہ کلام سے کریں۔ جس میں انہوں نے قرآنِ حکیم کا تعارف کرایا ہے۔ تاکہ ہم پر قرآن کریم کا صحیح مقام واضح ہو سکے۔

عبدالرشید۔ علامہ مرحوم کو قرآن مجید سے ایک خاص شغف تھا۔ اُن کے مخصوص احباب سے سُنا گیا ہے۔ کہ آپ جب قرآن مجید کھول کر پڑھنا شروع کرتے تو آپ پر اس قدر رقت طاری ہوتی کہ قرآنِ حکیم کے اوراق آنسوؤں سے بھیگ جاتے اور اسی وارفتگی کے عالم میں آپ کی آغوش سے کلام الٰہی اُٹھایا جاتا۔ جہاں تک قرآنی معارف و علوم کا تعلق ہے اقبال مرحوم نے اپنے اشعار کی تعمیر کو انہی قدسی بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کبھی بیخودی کے عالم میں پکار اُٹھتے ہیں کہ اقبال کی شاعری الہامی نکتہ آفرینیوں کا ایک بے نظیر مرقع ہے۔ اور اُن کا خود بھی دعوےٰ ہے۔ کہ

گوہرِ دریائے قرآں سُفتہ ام
شرحِ رمزِ صبغۃ اللہ گفتہ ام

جاوید نامہ اقبال مرحوم کی زندگی کا آخری اور افضل ترین شاہکار ہے۔ انسانی زندگی کے اس قدر گوشے جاوید نامہ کے اوراق میں نمایاں ہیں کہ ہم ان کے تصور سے بھی حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ خیر میں آج آپ کے سامنے اُن اشعار کو پڑھوں گا جن کا تعلق قرآنِ حکیم کی تعریف و تحسین سے ہے مصطفےٰ کمال پاشا سے نہایت بزرگانہ انداز میں شکایت ہو رہی ہے کہ اُنھوں نے زندگی کی تجدید کے لئے غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

نو نگر در کعبہ را رخت حیات
گر ز افرنگ آیدش لات و منات

کعبہ کے لئے وہ سامان کوئی نیا نہ سمجھا جائے گا۔ اگر اہل فرنگ سے لات اور منات لاکر اس میں سجائے جائیں۔

ترک را آہنگ نو در چنگ نیست
تازہ اش جز کہنۂ افرنگ نیست

فرماتے ہیں کہ ترکوں کے دل و دماغ میں زندگی کی کوئی نئی لہر پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ صد ہزار افسوس کا مقام ہے کہ ترکی کارواں انگریزوں کی کورانہ تقلید کے نشہ میں ان کی روندی ہوئی راہوں پر گامزن ہے۔

مولوی صاحب ڈاکٹر مرحوم مصطفےٰ کمال پاشا کے خلاف تھے۔

عبدالرشید۔ (دانشمندانہ مسکراہٹ کے ساتھ) ہرگز نہیں۔ لیکن دُنیا میں جہاں کہیں اُن کو بُرائی کے آثار نظر آتے تھے۔ اُن کے خلاف قلم اُٹھاتے تھے۔ اور اسلامی نظریات کی روشنی ہی اس چیز کی حقیقت اور اس کے انجامِ بد سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے تھے۔ مصلح قوم کسی کا بدخواہ نہیں ہوتا۔ اس کو افراد سے نفرت نہیں ہوتی مگر افراد کے گناہوں سے ضرور نفرت ہوتی ہے۔ خیر آگے سُنئے۔

زندہ دل خلاق اعصار و دہور
جانش از تقلید گردد بے حضور

وہ حاملانِ صدق و صفا جن کی ضمیر میں خداداد روشنی ہوتی ہے اور ان کے دل و دماغ سرچشمۂ اسلام سے سیراب ہو چکتے ہیں۔ ان کے کردار عمل کی برکت سے کائنات کی ہر چیز حیاتِ نو حاصل کرتی ہے۔ وہ زمانے کی ناہنجاری سے گریز کرتے ہیں۔ اور دُنیا والوں کے سامنے ایک ایسی روشِ حیات پیش کرتے ہیں۔ جو منزلِ حقیقت

کی طرف راہنما ہو۔

"جانش از تقلید گردد بے حضور" اس مصرع میں مصطفےٰ کمال پاشا کی شکایت کی گئی ہے۔ کہ انگریزوں کی تقلید نے ان کی روشن ضمیری کو ضائع کر دیا۔ اب اگلے شعر میں آپ کے مقصد کی چیز آرہی ہے۔

چوں مسلماناں اگر داری جگر
در ضمیرِ خویش و در قرآں نگر

اے انسان اگر تیرے سینے میں خادمانِ مصطفےٰ کی طرح حق و صداقت کی تلاش و جستجو کا جذبہ ہے تو تیرے لئے ایک اور فقط ایک ہی راہ ہے کیونکہ غیروں کی کورانہ تقلید تجھ کو قعرِ ذلّت میں گرا دے گی۔ بہتر یہ ہے۔ کہ تو اپنی ضمیر کے انوار پر ضرور غور کر۔ تاکہ تیرے سامنے حق و باطل کی راہیں کھل جائیں۔ کیونکہ تو پروردگارِ عالم کے فضلِ ربوبیت سے الہامی فراست سے نوازا گیا ہے (فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا) انسان کے ضمیر میں پیدائشی طور پر بدی اور نیکی . . . . کی سُوجھ بُوجھ رکھ دی گئی ہے۔ اور اس کے بعد تیری راہنمائی کا کلیۃً دار و مدار کتاب اللہ پر ہے جس کی عملی تصویر سیّد الانبیاء محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی حیاتِ رحمت آثار ہے۔

حاضرین - خوب مولوی صاحب - خوب اسلامی حقائق کے دریا بہا دیئے۔

اختر - مولوی صاحب ویسے اقبال مرحوم کوئی مولوی تو نہیں تھے مگر اسلام کے بڑے ماہر تھے۔

عبدالرشید - اللہ تعالےٰ صداقت کی تائید جس سے چاہے کروا لے (کتاب پر نظر ڈال کر)

صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست
عصرہا پیچیدہ در آنات اوست

کلامِ الٰہی میں تدبّر و تفکّر کرنے والا انسان زندگی کی ہزاروں کامیاب راہوں سے آشنا ہو جاتا ہے۔ وُہ شُتربانی کرتا کرتا جہانبانی کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کا جذبۂ عمل اس قدر بلند ہو جاتا ہے کہ گرد و پیش کی ہر چیز اس کے حسنِ عمل سے متأثر معلوم ہوتی ہے۔ جہاں تک کہ زمانے کے شاہکار اور ممتاز ترین یادگاریں اس کے کردار کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ ؎

یک جہانش عصرِ حاضر را بس است
گیر اگر در سینہ دل معنیٰ رس است

قرآنِ حکیم کے ایک پرتو سے ہی دورِ حاضرہ کی تمام قباحتیں دُور ہو سکتی ہیں۔ اور جہالت و بے دینی کی تاریکیاں علم و عرفاں کی ضیا پاشیوں سے بدل سکتی ہیں۔ اے مسلمان! اگر تیرے دل میں حقیقت شناس دل موجود ہے اور تجھ کو آفاق گیری کی نعمت سے نوازا جا سکے۔

آگے سُنئے! اس اسلامی فلسفی کی زبان تم سے کس طرح حکمت کے موتی برس رہے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

بندۂ مومن ز آیاتِ خدا است
ہر جہاں اندر برِ او چوں قباست

مردِ حق آگاہ - پروردگارِ عالم کی مافوق الفطرت قدرتوں کا ایک بے بدل مظہر ہے۔ کیونکہ اس کے اعمال میں دستِ غیب کی تائید ہوتی ہے۔ بلکہ حدیثِ قدسی میں تو اس حد تک بھی آتا ہے۔ کہ بندہ عبادت کرتے کرتے اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ الخ

بالفاظِ دیگر اُمّتِ محمدیہ کے ان رشکِ ملائکہ اصحابِ بدر نے اِدھر کالی کملی والے کو اپنا حسین و جمیل بازو پیغمبرانہ انداز سے جنبش میں لاتے ہوئے دیکھا۔ اور اُدھر جبرائیلؑ امین کی آواز نے بتایا کہ خدائے قدوس کہہ رہا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی (اے میرے محبوب پیغمبرؐ! ہاتھ تو آپ ہی کا اُٹھا تھا مگر کنکریوں کے پھینکنے کی قوت آپؐ کی نہ تھی۔ جب آپ پھینک رہے تھے بلکہ اس موقعہ پر آپ کی قوت پر الوہیت کا کامل و اکمل استیلا تھا۔ یا یوں سمجھئے کہ آپ کا دستِ رحمت بار ہماری قدرتِ کاملہ کا مظہر بنا ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی عُشّاقِ مصطفےٰ کی شانِ رفیع بھی ملاحظہ فرمائیے۔

آیۂ متذکرہ بالا سے پہلے فرمایا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰکِنَّ اللہَ قَتَلَهُمْ

طلب صادق ہر وقت بے چین رکھتی ہے تو تیرا فرض ہے کہ تو بھی قرآن عزیز کی آیات کو اپنا لائحہ عمل بنا کر [illegible]

اے رسولِ ہاشمی کے جاں نثار مجاہدو جنگِ بدر میں آپ لوگوں کی زنگ آلود تلواروں اور ٹوٹی پھوٹی زرہوں میں ہماری قدرت کی کاٹ اور حفاظت موجود تھی لہٰذا کفّار کی بربادی کو ہمارے فضل سے منسوب کرو۔ اور آئندہ بھی ہماری تائید کے ہی ملتجی رہو۔ یہ وہ سبق تھا۔ جس میں ایک طرف توحید باری تعالےٰ کے انوار چمک رہے تھے۔ اور دوسری طرف مقربینِ الٰہی کی تحسین و آفرین کا حق ادا ہو رہا تھا۔ خیر اقبال مرحوم کا مطلب یہ ہے کہ مردِ مومن کے اعمال میں جاودانی کیف و سرور ہوتا ہے اور ہر زمانے میں اس کی کامیابی یقینی ہے۔ کیونکہ تعلیماتِ قرآن قیامت تک کے ہر لمحۂ حیات کے لئے رہنما ہے۔

جاوید - مولوی صاحب یہ اشعار تو فلسفہ کی جان ہیں۔ علماء تو اقبال مرحوم کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

عبدالرشید - یہ ریمارک بھی آپ کی کم علمی کا ثبوت ہے۔ (مُسکرا کر) میں تو اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ کہ کوڑھ مغز ممتحن کے سر کو دُعائیں دیجئے۔ جس نے آپ کو ایم۔ اے کی ڈگری عطا کر دی۔ بھائی صاحب جب آپ نے علمائے محققین کی تحقیقات اور تعبیرات کا مطالعہ نہیں کیا۔ تو آپ کا یہ کہنا کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے کہ اقبال مرحوم کا مبلغ علم علمائے کرام سے بھی آگے تھا۔ یاد رکھئے۔ دُور نہ جائیے۔ حضرت مجدد الف ثانی حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح اور سیّد انور شاہ مرحوم جیسی مایۂ ناز ہستیوں کو علم و عمل کے لحاظ سے وہ جامعیت حاصل تھی کہ اُن پر اوّلین السابقین کا گمان ہوتا تھا علاوہ ازیں عصرِ حاضر میں ایسے ایسے علمائے ربّانی موجود ہیں جن کی یُمن و برکت سے دینِ اسلام کا چرچا اس گئے گزرے زمانے میں بھی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ڈاکٹر مرحوم کو علمائے خیر اور اولیاء اللہ کے مقابلے میں نہیں لا سکتے۔

خیر اس مفہوم کا اگلا شعر ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں ؎

چوں کہن گردد جہانے در برش
مے دہد قرآں جہانے دیگرش

اگر مرورِ ایّام سے اسلامی دُنیا میں بعض

خود غرض افراد کی حرص و ہوا کی وجہ سے چند غیر شرعی تغیّرات نظر آنے لگیں تو قرآن عظیم کی برکت سے مسلمانانِ عالم، ایک ایسی فضا پیدا کر سکتے ہیں جس میں ہر چیز معیار اسلامی کی داعی ہو آگے سُنئے - افغانی رح نے روبیوں کو گلشنِ قرآن کے سدا بہار پھولوں کی گرویدگی کی دعوت دی ہے

"فکر را روشن کن از اُمّ الکتاب"

جاوید - مولوی صاحب! قدرے اپنے بیان کو سلیس پیرایہ میں بیان کیجئے - تاکہ تمام حاضرین جو ہمہ تن گوش ہوکر بیٹھے ہیں - آپ کے ارشادات سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوسکیں -

اختر - قربان جائیے! اقبال مرحوم کے دل کلام الٰہی کا ایک بے پناہ عشق معلوم ہوتا ہے - دیکھئے تمام کی اصلاح و تجدید کا قرآن مجید ہی کو ضامن قرار دیا جا رہا ہے -

مسعود - ہاں ہاں - اقبال مرحوم کے نزدیک قرآنی تعلیم سے فقط ارواح و قلوب ہی نہیں - بلکہ زندگی کا ہر گوشہ منوّر ہوسکتا ہے -

مولوی عبدالرشید - اجازت ہے ؟

حاضرین - ہاں جناب! آپ کا بڑا احسان ہے - کہ آپ نے ہمیں قرآنِ حکیم کے صحیح مقام سے آشنا کیا - براہ کرم اقبال مرحوم کے چند اور اشعار بھی پڑھئے - جن میں قرآن پاک کی عظمت کا پہلو نمایاں ہو -

مولوی عبدالرشید - میں انشاء اللہ چند ایک اور اشعار پیش کرتا ہوں - اور اس کے بعد بھی گاہے گاہے بفضلِ خدا تعالیٰ ایسے اشعار آپ حضرات کو سُنائے جائیں گے - جن میں ڈاکٹر مرحوم نے مسلمانانِ عالم کو کتاب و سنّت کی فدائیت کی دعوت دی ہے چونکہ نماز ظہر کا وقت ہو رہا ہے - امید ہے کہ آپ چند ایک اشعار پر ہی اکتفا فرمائینگے - ؎

بر سیہ فاماں ید بیضا کہ داد؟
مژدۂ لا قیصر و کسریٰ کہ داد؟

طرزِ ارشاد پر غور کیجئے! کائناتِ عالم میں رشد و ہدایت کی بہاریں فقط قرآنی انوار سے ہی قائم ہیں - دُنیا میں "صراطِ مستقیم" کا تصوّر فقط قرآن ہی پیش کر سکتا ہے - اگر عرب کے شتربانوں نے ملوکیت کے جامہ کو پارہ پارہ کرکے رکھ دیا اور اُس کی جگہ جمہوری نظام کا منصفانہ منظر انسانی دُنیا میں ظہور پذیر ہُوا - تو بھی قرآنی تعلیم کا ایک مسلّمہ معجزہ تھا -

اگلے شعر میں مسلمانوں کو وہی پیغام ہدایت نظام پیش کر رہے ہیں - کہ انگریزونکی ظاہری زرق برق سے اجتناب کیجئے - اور اس فرنگی کلچر سے ہمیشہ نفور رہیئے -

در گذر از جلوہ ہائے رنگ رنگ
خویش را دریاب از ترک فرنگ

اے مسلمان! اگر تو اپنے مقام رفیع کی شناسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے شام و سحر کو تہذیبِ مغرب کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھ آگے سُنئے

گر ز مکرِ غربیاں باشی خبیر
روبہی بگذار و شیری پیشہ گیر

اگر تو اہل مغرب کے مکر و فن سے آگاہ ہو جائے - تو تیرا فرض ہے کہ تو فریب دہی کے خبثِ باطن سے اپنے دل کو پاک کرلے - اور اپنے سینے میں تہورانہ جذبات پیدا کرلے -

جُز بقرآں ضیغمی روباہی است
فقرِ قرآں اصلِ شاہنشاہی است

وہ طاقت و جبروت جس کی تائید قرآنِ پاک سے نہ ہو وہ سراسر مکر و زور ہے - لیکن وہ درویشی جس کی بُنیاد قرآنی تعلیمات پر رکھی گئی ہو - حقیقت میں وُہی جہانداری کے جوہروں کا ایک مرقعِ بینظیر ہے -

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بذکر

قرآن حکیم کا منشاء ہے کہ عقل و خرد کی نعمت سے پُورا پُورا فائدہ حاصل کیا جائے - اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی کوششوں کو فضلِ ایزدی سے وابستہ و منوط کیا جائے - کیونکہ دُنیاوی کامرانی کا انحصار بھی توفیقِ الٰہی سے ہی ہوتا ہے -

آگے چلئے

چیست قرآں خواجہ را پیغامِ مرگ
دستگیرِ بندۂ بے ساز و برگ

ساری دُنیا کو قرآنی حُسنِ مروّت پیش کیا جا رہا ہے -

فرماتے ہیں - اے انسانو! آپ کو خبر ہے - کہ رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا لایا ہُوا قرآن کن انوار کا حامل ہے؟ سُنئے - قرآنی پیغام کا مفہوم یہ ہے - کہ ساری انسانی دُنیا علاقائی امتیازات - حسب و نسب - رنگ و نسل اور باقی ہر طرح کی برتری کے متمرّدانہ خیال کو یکسر فراموش کر دے - اگرچہ خواجگی و چاکری کے مراتب تقسیم کار میں تو نظر آئیں - لیکن دلوں میں وہی صدیقی رض فاروقی رض مساوات کا جذبہ کار فرما ہو - کیونکہ قرآن مجید کے آئین و دستور کا اقتضا یہ ہے کہ بے کس و مظلوم انسانیت کی ہر موقعہ پر فریاد رسی کی جائے اور اُس کو اس کے صحیح مقام پر پہنچایا جائے -

جاوید - مولوی صاحب - زندہ باد فی الواقع اقبال مرحوم اپنے وقت کے صاحبِ درد مسلمان تھے - لہٰذا اُن کا کلام بھی اُن کے جذبات کا بڑی حد تک آئینہ دار ہے -

سعید - اقبال مرحوم اگرچہ عام انسانوں سے ہمدردی رکھتے تھے - لیکن خصوصیّت کے ساتھ جب تک زندہ رہے مسلمان قوم کی پستی پر خون کے آنسو بہاتے رہے - حتّٰی کہ عین مرض الموت میں کسی ڈاکٹر نے کہا - کہ جناب آج آپ کو وہ دوائی پلائی جائے گی - جس سے آپ کا درد جاتا رہے - تو اُس وقت بھی جواب میں فرمانے لگے - کہ جناب! "درد" تو میری زندگی ہے -

مولوی عبدالرشید - اب نماز کا وقت زیادہ ہوگیا ہے - اس لئے فوراً نماز پڑھنا چاہیئے -

(تمام لوگ نماز کی تیاری میں مصروف ہو جاتے ہیں) (باقی پھر)

(بقیہ : اِن العزۃ للہِ جمیعاً صفحہ ۱۵ سے آگے)

کو دیکھیں گے اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ پوری قوت اور کامل قدرت و غلبہ خدا ہی کے لئے ہے - اور عذابِ الٰہی بہت سخت ہے - اور عذاب دینا خدا ہی کے قبضہ میں ہے - اور یہ باطل معبود ہم کو عذابِ الٰہی سے بچا نہیں سکتے - تو اُس وقت اُن کی خواہش ہوگی کہ کاش دُنیا میں ہم شرک و نافرمانی نہ کرتے - کیونکہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنا معبود و خدا بنا لیا تھا وہ تو بالکل مجبور ہوں گے - اُن کی کسی طرح امداد نہ کرسکیں گے -

بچوں کا صفحہ

"وہ جنت یہ ہے"

(از جناب محمد یوسف صاحب دھمتوڑ ایبٹ آباد ہزارہ)

جس بہشت کے ملنے کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا اور جن لوگوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی قرآن اور سنّت کے سانچے میں ڈھال کر اپنے آپ کو اس جنّت کا حقدار بنا لیا۔ اُس جنّت کا نقشہ خداوند تعالےٰ اپنے کلام مقدس میں یوں پیش کرتے ہیں۔

(مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝)

سورہ محمد پارہ ۲۶ رکوع ۲

ترجمہ۔ مثال اس جنّت کی جس کا وعدہ کیا جاتا ہے پرہیزگاروں سے یہ ہے کہ اُس میں نہریں ہوں گی۔ ایسے پانی کی جو بگڑنے والا نہیں اور کچھ نہریں دودھ کی کہ کبھی نہیں بدلے گا اس کا مزہ اور کچھ نہریں ایسی شراب کی جو خوش ذائقہ ہوگا۔ پینے والوں کے لئے اور کچھ نہریں صاف شہد کی۔ اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہونگے۔ اور بخشش اپنے رب کی۔ کیا وہ اُن جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور پلایا جائے گا ان کو پانی کھولتا ہُوا۔ سو وہ ٹکڑے کر دے گا اُن کی آنتوں کے۔

مذکورہ بالا آیات خداوندی سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر آپ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو اس کا بدلہ جنّت دیا جائے گا۔

لیکن افسوس

یہ ہمارے پڑھنے کے لئے نہیں۔ بلکہ گھروں کی الماریوں کی زینت کے لئے ہے۔ اس میں تو ہمارے لئے وہ احکام ہیں جن پر ہماری زندگی کا کُلی طور پر انحصار ہے۔

آئیے ہم

اس کو پڑھیں اور سوچیں اور سمجھنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ہم بھی اپنی زندگیاں اس کے مطابق گزاریں۔

تاکہ

نجات کا راستہ مل جائے۔ ورنہ معاملہ اُلٹ نہ ہو جائے۔

خداوند تعالےٰ نے ہمیں ایمان، اعمالِ صالح اور جنّت کا خاکہ دکھا دیا۔ اب صرف عمل باقی رہ گیا۔ سو وہ عمل ہوگا اس لئے

اگر ہم

اب بھی نیک عمل کی طرف راغب نہ ہوں تو یہ ہمارا سراسر قصور ہے۔ کسی اور کا نہیں۔

ہمارا نصب العین

اور مقصدِ اوّلین یہی ہونا چاہیئے کہ ہم ایسے نیک کام کریں جس میں اللہ تعالےٰ کی رضامندی شامل ہو۔ اُن کاموں کا جائزہ اپنی لطیف ضمیر کے تحت خود لیا جائے۔

اس کے بعد

غریبوں، محتاجوں، بیکسوں اور یتیموں پر رحم کیا جائے۔ اپنی روزانہ زندگی کو دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اس طرح گزاریں جو نیک اعمال کی فہرست میں آسکیں۔ کیونکہ اس قسم کا سلوک بھی عبادت میں شامل ہے۔ دُنیا کو ترجیح دینا عقلمندوں کا کام نہیں۔ اور عقبیٰ کی زندگی کو ترجیح دینا عقلمندوں کا کام ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہو جائے تو پھر دُنیا اور آخرت دونوں سنور سکتی ہیں۔

اسی لئے تو ہم

اللہ تعالیٰ سے یہی دُعا مانگتے رہتے ہیں۔ (رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝)

سورہ البقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۵

ترجمہ۔ اے ہمارے رب دے ہم کو دُنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی اور بچا ہمیں دوزخ کی آگ سے۔

بقیہ درس قرآن صفحہ ۱۳ سے آگے

(ترجمہ) میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اور اُس دن آدمؑ اور اس کے سوا تمام دوسرے نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

مقام بھی محمود (حمد والا) افعال بھی محمود (حمد والے) جھنڈا بھی محمود۔ اس میں بھی حمد۔ آپؐ کا اسم مبارک بھی احمدؐ اور محمدؐ جس میں حمد کا مادہ موجود۔ اس واسطے آپؐ کو جو کتاب دی گئی ہے۔ اُس کی ابتدا بھی حمد و ثنا سے کی گئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (ساری تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں اور سارے محامد اسی کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ حمد کسی نہ کسی پاکیزہ خصلت پر ہوتی ہے کسی خوبی پر حمد ہوتی ہے۔ بُرائی پر حمد نہیں ہوتی۔ خوبی پر حمد ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہنے کے معنی ہیں کہ جب ساری تعریف اللہ کے لئے ہے۔ تو تمام خوبیاں بھی اللہ ہی کے لئے ہیں۔ وہی تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے کسی چیز میں اگر کوئی بھی خوبی پائی جائے گی۔ تو وہ اللہ ہی کی طرف سے رکھی ہوئی ہوگی۔ اسی کی خوبی کا پرتو ہوگا۔ جس اچھی چیز کی آپ تعریف کریں گے تو وہ حسن الٰہی کی تعریف ہو جائے گی۔ ہر کمال اُسی کی طرف لوٹتا ہے۔ بلا واسطہ یا بالواسطہ کسی انسان کسی مخلوق کی ذات میں خوبی نہیں ہوتی مخلوق میں خوبی ہوتی ہے اوصاف سے اور صفات سے۔ انسان اچھے اوصاف پیدا کرے تو وہ قابل مدح بن جاتا ہے۔ حمد اللہ کے لئے ہی کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ دُنیا کا نظام اللہ نے اصول مکافات پر قائم کیا ہے جیسا تم معاملہ کرو گے ویسا اللہ تعالیٰ تم سے معاملہ کرے گا۔

فَاذْكُرُوْنِىْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ

(سورہ البقرہ رکوع ۱۸ پ ۲)

(ترجمہ) پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

گناہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ الآیۃ۔ سورہ انفال رکوع ۲ پ ۹۔

(ترجمہ) اور اگر پھر یہی کرو گے۔ تو ہم بھی پھر یہی کریں گے)

وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ الآیہ۔

(سورہ بنی اسرائیل۔ رکوع ۱ پ ۱۵)

(ترجمہ) اور اگر تم پھر وہی کرو گے۔ تو ہم بھی پھر وہی کریں گے)

حدیث میں آتا ہے:۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ

جس کو یہ پسند ہے کہ میں اللہ سے ملوں اور وہ منتظر ہے کہ کب میری موت آئے اور کب میں اللہ سے ملوں۔ اللہ تعالیٰ بھی منتظر ہیں کہ کب وہ وقت آئے کہ میرا بندہ مجھ سے ملے)

یہاں انتظار ہے تو وہاں بھی انتظار ہے۔ یہاں ذکر ہے تو وہاں بھی ذکر ہے جیسا معاملہ بندہ اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہے۔ ویسا ہی اللہ بندہ سے کرتا ہے۔ واخر دعوانا

ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۷۴۰۶

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم وجیل
مغربی پاکستان

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا